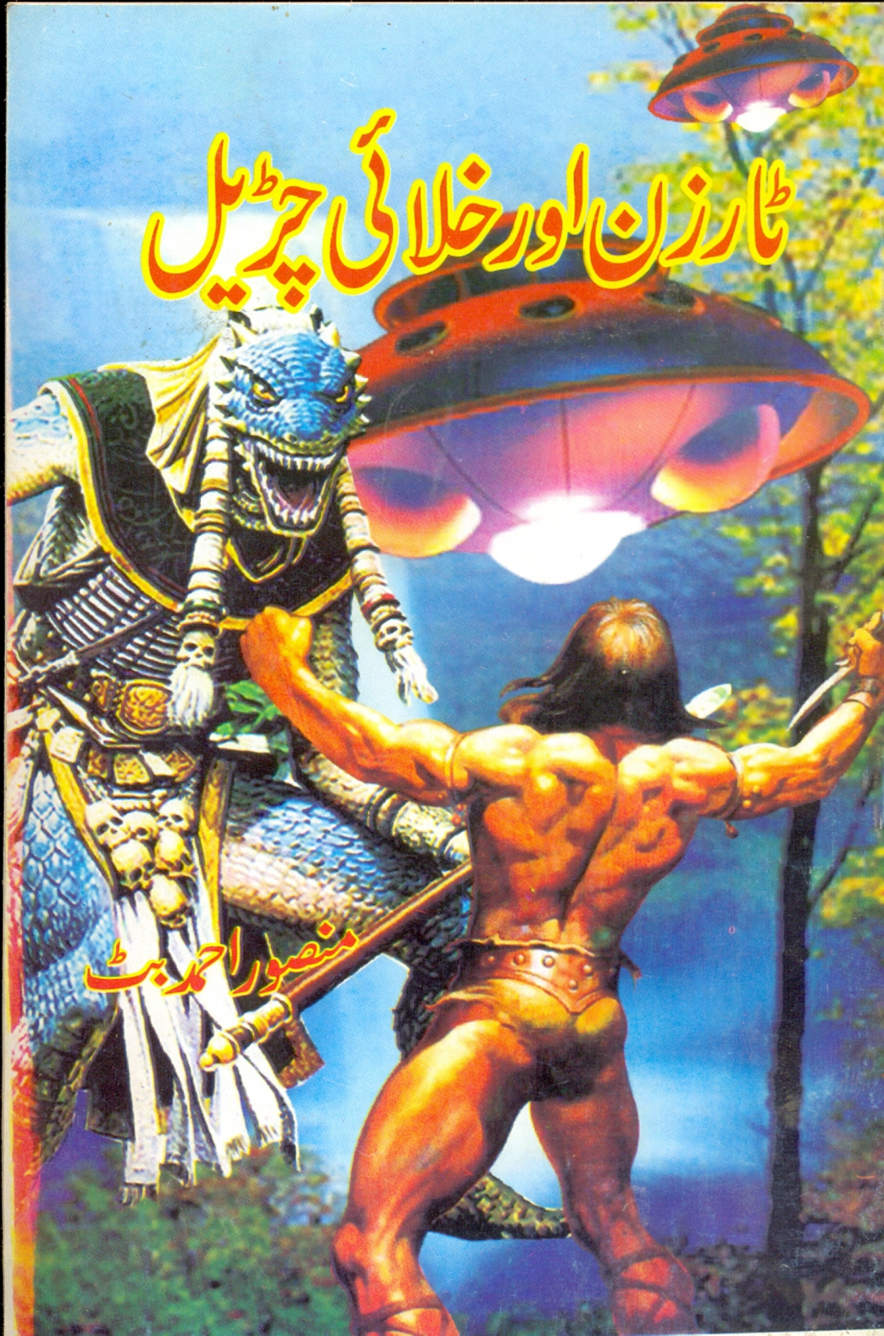
ٹارزن اور خلائی چڑیل
منصور احمد بٹ

ٹارزن اور خلائی چڑیل

23

منصور احمد بٹ

نواب سنز پبلی کیشنز
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

با وقار اور نفاست پسند قارئین کے لئے پر وقار اور نفیس ترین کتابیں

طابع: نواب سنز پبلی کیشنز

مطبع: فیض الاسلام پریس

حروف آرائی: میٹرکس کمپوزرز

سرورق: ڈیزائن ماسٹر

اشاعت: ۲۰۱۰ء

ضابطہ

حقوقِ اشاعت محفوظ ہیں

Retail Price
Rs. 25/-.

نواب سنز پبلی کیشنز

اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی Ph: 051-5555275

ڈسٹری بیوٹرز: اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی فون: 051-5772306

ٹارزن اور خلائی چڑیل

تمام مسافروں کی نگاہوں میں امید و بیم کے چراغ جھلملا رہے تھے۔ ان سب کو بے چین سی مسرت کا احساس ہو رہا تھا اور ڈاکٹر شیفرڈ نے پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''پندرہ منٹ کے اندر اندر جہاز چیک کر کے رپورٹ دو کہ اس میں کتنا ایندھن ہے اور یہ کہ اس میں کوئی خامی تو نہیں ہے۔''

پائلٹ نے کچھ کہنا چاہا۔

''جہاز بالکل ٹھیک ہے سر! مگر......!''

ڈاکٹر شیفرڈ سے پوچھا۔

''ایندھن کتنی دور تک چل جائے گا؟''

اس نے فوراً جواب دیا۔

''کم از کم تین ہزار میل''

اس نے اسے بغور دیکھ کر پوچھا۔

''تمہیں یقین ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
''یس سر'' وہ مطمئن ہو کر بولا۔
''ٹھیک ہے۔اس طرح تم ایک نزدیکی ملک میں پہنچ جاؤ گے۔تم یہاں سے بائیں طرف جاؤ گے اور اس طرح تم جلد مہذب دنیا تک پہنچ جاؤ گے۔اپنی تیاری مکمل کرلو۔ٹھیک بیس منٹ کے بعد تم کو پرواز کرنا ہے۔
ڈاکٹر شیفرڈ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔
پائلٹ حیرت زدہ اس کی طرف دیکھنے لگا۔اس کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا۔پھر وہ جمشید اور اس کے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔
''اور آپ لوگ۔''؟
جمشید نے سنجیدگی سے کہا۔
''ہم یہاں قیدی ہیں فرینڈ! تم لوگ اس شرط پر یہاں سے جا رہے ہو کہ ہم خود کو ان کے حوالے کر دیں۔''
''مم......مگر...... پائلٹ ہکلا گیا۔''
ٹارزن نے مطمئن آواز میں کہا۔
''فکر نہیں کرو فرینڈ! مسافروں کی زندگی ضروری ہے۔''
''جاؤ تیاریاں کرو۔''
پائلٹ کئی منٹ کھڑا سوچتا رہا اور پھر واپس پلٹ گیا۔
اس کے اسسٹنٹ نے تمام کاغذات میں درج مسافروں کو مژدہ سنایا اور وہ سب لوگ خوشی سے اچھل پڑے۔کچھ لوگوں نے جمشید اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کے متعلق پوچھنا چاہا لیکن ظاہر ہے اس بات کا جواب تو ابھی خود ان کے پاس بھی نہیں تھا۔

جہاز ٹیسٹ کیا گیا۔

اسے رن وے کے دوسرے سرے پر لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ اب وہ پرواز کے لئے بالکل تیار تھا۔ آہنی سیڑھی دوبارہ لگا دی گئی اور مسافر اندر داخل ہونے لگے اور پھر ٹھیک بیس منٹ کے بعد جہاز وہاں سے روانہ ہو گیا۔ پہیوں نے رن وے چھوڑ دیا اور یہ لوگ نیچے کھڑے ہاتھ ہلاتے رہے۔

طیارہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور وہ سب لوگ منتشر ہو گئے اور وہ سب خیموں میں جانے لگے۔ جمشید اور ٹارزن اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔

ایک بار پھر انہیں ان کے خیمے میں اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ لیکن اس بار خیمے کے گرد پہرے دار نہیں تھے۔ پہرہ اٹھا لیا گیا تھا۔ وہ لوگ خاموش بیٹھ گئے۔ سب اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

دفعتاً انہیں گڑگڑاہٹ کی آواز آئی اور وہ چونک پڑے ٹارزن شامیانے سے باہر نکل آیا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ تین دیو پیکر ہیلی کاپٹر چلے آرہے تھے۔ یہ اس قسم کے ہیلی کاپٹر تھے جنہیں دوران جنگ فوج کے اسلحہ کو لے جانے اور لانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ہیلی کاپٹر اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ ان کے نچلے حصے میں رکھ کر ٹینک بھی لے جاتے ہیں۔

ہیلی کاپٹر اس طرف آرہے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ اب ان لوگوں کو ہیلی کاپٹروں پر سفر کرنا تھا۔ ٹارزن نے واپس آکر جمشید اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو بتایا اور وہ تمام لوگ خیمے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ہیلی کاپٹر اب سر پر پہنچ گئے تھے۔

وہ رن وے پر نیچے اترنے لگے۔ چند منٹ کے بعد وہ آگے پیچھے

کھڑے ہو گئے لیکن ان میں سے صرف دو آدمی اترے اور ان دوسرے لوگوں کی طرف بڑھ گئے۔ جو ان سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے مصافحے کے لئے ان کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ مصافحے کے بعد وہ ان کے ساتھ ساتھ خیمے کی طرف آنے لگے۔

جمشید ہیلی کاپٹروں کی طرف دیکھ کر بولا۔

''ٹارزن! میرا خیال ہے اس مرتبہ ہم کسی زبردست گروہ کے قبضے میں آ گئے ہیں یا یہ پھر کوئی بہت ہی زبردست سازش ہے۔''

ٹارزن پر خیال انداز میں بولا۔

''شاید۔''

اور پھر اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوا۔

''بہر حال ابھی ہمیں حالات کا تجزیہ کرنا ہے پھر کوئی قدم اٹھانا ہے۔ ورنہ ہم یہ نہ معلوم کر سکیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔''

سب نے صورت اثبات میں گردن ہلا دی اور پھر وہ دوبارہ ہی خیمے سے باہر نکل آئے۔ پہریداروں کے نہ ہونے کا مقصد یہی تھا کہ اب ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

ایک برف کے تودے پر کھڑے ہو کر یہ ان لوگوں کی کاروائی دیکھنے لگے۔ تمام لوگ بیک وقت خیمے گرانے اور انہیں لپیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ آناً فاناً انہوں نے خیمے اور دوسرا سامان ہیلی کاپٹروں میں پہنچا دیا۔ پھر وہ ٹینٹ بھی اکھاڑ دیا گیا جس میں جمشید اور اس کے ساتھی تھے۔ ایک طرف چند فولڈنگ اسٹول بچھا دیئے گئے تھے۔

دفعتاً ڈاکٹر شیفرڈ نے ان کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور پھر اشارے سے

انہیں اپنی طرف بلانے لگا۔اس کا انداز دوستانہ تھا۔

ٹارزن نے کہا۔

''آؤ۔''

اور سب آگے بڑھ گئے۔تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے۔جہاں شیفرڈ کھڑا تھا۔اور مرجر اور ٹیلو بھی موجود اس جگہ جیمز اور شیلا بھی دوسری لڑکی کے ساتھ موجود تھے۔جیمز کے داہنے جبڑے پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ناک اور ایک آنکھ سوجی ہوئی تھی۔

جمشید نے جیمز کو خونی نگاہوں سے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔جمشید نے پہلے ہی اسے دو چار مکے جڑ دیئے تھے۔جہاز میں بھی اس کا برا حال کیا تھا۔جمشید نے اسے پرسکون نظروں سے دیکھ کر کہا۔''

''مجھے افسوس ہے مسٹر جیمز!لیکن غلطی آپ کی تھی۔''

جیمز نے ہلکی سی سختی کے ساتھ کہا۔

''دھوکے بازی کی جنگ میں اکثر ایسا ہو بھی جاتا ہے۔مسٹر جمشید بہر حال میری یہی خواہش ہے کہ میں آپ سے دو دو ہاتھ کروں۔''

شیفرڈ جلدی سے بولا۔

''اوہ......نہیں مسٹر جیمز!یہ ہمارے مہمان ہیں احتیاط رکھنا چاہئے۔''

جمشید شوخ موڈ میں بولا۔

''ویسے مسٹر جیمز۔اگر آپ اپنا حلیہ خراب کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

ٹارزن اور اس کے ساتھیوں نے جمشید کی طرف حیرت سے دیکھا۔

جیمز غصے سے پھنکارتے ہوئے بولا۔

''مسٹر شیفرڈ! پھر تو آپ کو تھوڑی دیر کے لئے اجازت دے دینی چاہئے۔تھوڑی سی تفریح ہی سہی۔

وہ کافی غصے میں تھا اور اس چوٹ پر تلملایا ہوا تھا۔

شیفرڈ فوراً بولا۔

''بھئی! بالکل نہیں۔یہ ہمارے مہمان ہیں۔اگر انہیں کوئی گزند پہنچا تو ہر شخص خود اپنا جواب دہ ہوگا اور میں کسی کو معاف نہ کروں گا۔''

جمشید نے ایک چھوٹا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

''اگر مسٹر جیمز کے ہاتھوں مجھے نقصان پہنچا تو میں اپنا جواب دہ خود ہو جاؤں گا۔''

شیفرڈ نے دلچسپی سے شانے ہلائے۔

''مجھے حیرت ہے۔دو سمجھدار اور ذمے دار لوگوں کے درمیان یہ بات نہایت حیرت انگیز ہے۔لیکن میرا خیال ہے کہ یہ مناسب نہیں ہے۔تاہم اگر آپ دونوں کی یہی مرضی ہے تو مجھے کیا اعتراض ہے۔

اور جیمز نے جلدی سے اپنے شانوں سے کھال کا لبادہ اتار دیا۔ٹارزن آگے بڑھ آیا۔

مسٹر جمشید کی طرف سے میں مسٹر جیمز سے مقابلہ کروں گا۔فوراً ہی اسلم آگے آیا اس نے غصے سے دانت پیش کر کہا۔

''نہیں بادشاہ! اس چوہے کو میرے حوالے کر دیں اس نے زور سے قہقہہ لگا کر کہا۔

''کافی تو اس وقت مل نہیں سکتی۔اس چوہے کی پٹائی سے ہی اپنے جسم کو گرمائی پہنچا لوں۔

شیفرڈ نے سختی سے کہا۔
''نہیں'' یہ غلط ہے اگر مسٹر جمشید پسند کریں تو اپنی ذمے داری پر تھوڑی دیر کے لئے یہ تفریح ہو سکتی ہے۔ اس وقت تک ہمارے آدمی بھی کام سے فارغ ہو جائیں گے۔
جمشید نے کہا۔
''ٹھیک ہے اور پھر مسٹر جیمز نے مجھے ہی چیلنج کیا ہے۔ مسٹر ٹارزن اور مسٹر اسلم آپ لوگ پیچھے ہٹ جائیں۔
اور اس نے اپنا کھال کا لبادہ اتار دیا۔
تھوڑی دیر کے لئے بڑی ہی دلچسپ فضا پیدا ہو گئی۔ سب لوگ ایک دائرے کی شکل میں کھڑے ہو گئے۔ ٹارزن اور دوسرے لوگوں کو جمشید پر حیرت تھی لیکن جیمز کی نگاہوں میں جھانکنے کے بعد جانے اسے کیا ہو گیا۔
وہ دونوں دائرے کے درمیان میں آ گئے۔
جیمز ایک خون خوار درندہ نظر آ رہا تھا۔ شیلا اور دوسری لڑکیاں تھوڑی سی خوفزدہ تھیں شاید وہ جیمز کی خونخوار شخصیت سے واقف تھیں۔ اس وقت بار خوفناک چہرے والا جیمز ایک وحشی معلوم ہو رہا تھا۔ وہ ان لوگوں کا چیف تھا اور وہ ہمیشہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔
لیکن اس وقت عجیب حالت تھی۔ وہ اپنے چیف کی کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔ دفعتاً اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی جیمز نے پہلے ایک جھکائی دی اور پھر جمشید پر چھلانگ لگا دی۔
لیکن جمشید اطمینان سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور جیمز آ کر برف پر گرا لیکن اسے گرتے ہوئے شاید ہی کسی نے دیکھا ہو۔ وہ اتنی پھرتی سے کھڑا ہو گیا

تھا۔اس کی آنکھیں بڑے قریب سے جمشید کا جائزہ لے رہی تھیں۔

اس نے پھر جمشید کو دھوکہ دیا ایک چھلانگ لگائی۔لیکن اس بار وہ نہ صرف گرا بلکہ لڑھک کر دور پہنچ گیا۔کیونکہ جمشید نے اس کا وار خالی دے کر ایک لات بھی اس کی کمر میں جما دی تھی۔

وہ پھر کھڑا ہو گیا اور دیوانوں کے انداز میں آگے بڑھنے لگا دیکھنے والوں کے دل خوف سے دھڑک اٹھے کیونکہ اس مرتبہ جمشید بھی اپنی جگہ پر جما ہوا تھا۔ پھر دو ستون آپس میں ٹکرائے اور دونوں ایک دوسرے گتھ گئے۔

لیکن لڑائی کا فیصلہ ایک لمحے میں ہو گیا۔جمشید نے جیمز کی گردن بغل میں دبائی اور بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا۔پھر اس نے گردن پر بازو کی گرفت سخت کیا اور ایک گھونسہ جیمز کی پشت پر جڑا اس کے بعد اس نے جیمز کو اٹھا کر آہستہ سے برف پر پھینک دیا۔

جیمز کے دانت غصے کی شدت سے بھینچے ہوئے تھے۔پھر بھی اس حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔وہ کسی مرتے ہوئے بھینسے کی طرح ہاتھ پاؤں برف پر پٹخ رہا تھا اور لوگوں کے دل ہل رہے تھے۔

جمشید نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنی گردن کو جنبش دی اور اپنا کھال کا لبادہ اوڑھنے لگا۔اس کا کوٹ بھی کھال کا بنا ہوا تھا۔کیونکہ برفیلے علاقے میں کھال کے لبادے ہی سخت سردی سے محفوظ رکھتے ہیں۔

شیفرڈ غرایا۔''اٹھاؤ۔اسے اٹھاؤ۔''

اور چند لوگ جیمز کے پاس پہنچ گئے۔وہ اپنے قدموں پر کھڑا نہ ہو سکتا تھا۔اسے سہارا دے کر ہیلی کاپٹر پر پہنچا دیا گیا۔بہت سے چہروں پر کدورت کی پٹائی سے برہم تھے۔مگر جمشید اور اس کے ساتھیوں کو کیا پرواہ تھی۔وہ آرام اور

سکون سے کھڑے تھے۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

شیفرڈ نے جمشید سے کہا۔

''میں آپ کی جیت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جمشید'' پھر اس نے پوچھا۔ ''مگر کیا یہ مر تو نہیں جائے گا۔'' جمشید نے بڑے اطمینان اور سکون سے کہا۔''

''اوہ نہیں! مسٹر شیفرڈ! مجھے اس سے کوئی دشمنی نہ تھی بہر حال کم از کم دو ہفتے اسے ضرور آرام کرنا پڑے گا۔

اسی وقت دو آدمی ایک ٹرالی دھکیلتے ہوئے آئے جس پر کافی کے برتن لگے ہوئے تھے اور کافی وہاں موجود لوگوں کو دی جانے گی۔ ٹارزن اور دوسرے لوگوں کو بھی کسی مصالحے کی پیالیوں میں کافی پیش کی گئی۔

شیفرڈ اور دوسرے لوگوں نے اپنی اپنی پیالیاں اٹھالیں۔ شیفرڈ نے جمشید کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ہم لوگ روانگی کے لئے تیار ہیں۔ مسٹر جمشید! کافی پینے کے بعد اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف چلے گئے اور وہاں پہنچ کر آپ کی تمام الجھنوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جو اس سلسلے میں آپ اور آپ کے ساتھی محسوس کر رہے ہیں اور جمشید نے گردن ہلا دی۔

اسلم نے کافی کی کتنی ہی پیالیاں چڑھالیں۔ ٹارزن نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''اگر کوئی کسر رہ گئی ہے اسلم تو اور کافی منگوالو۔''

اس نے ہنس کر کہا۔

''نہیں...... بادشاہ یہ کوڑی کافی ہے۔ اب کافی کی کچھ دیر تک ضرورت نہ رہے گی۔ خوب سیر ہو کر پی لی ہے۔''

اسلم ٹارزن کو بادشاہ کہتا تھا اس طرح وہ جنگل کے بادشاہ ٹارزن کی عزت اور احترام کرتا تھا۔

انہوں نے کافی پی کر پیالیاں واپس کر دیں لیکن اچانک ہی انہیں محسوس ہوا کہ اُن کی گردن اور کان گرم ہونا شروع ہو گئے ہیں پھر انہیں اپنا سر چکراتا ہوا نظر آیا اس کے بعد ان کے ذہن مفلوج ہو گئے۔ چند لوگوں نے فوراً سہارا دیا ورنہ وہ سٹولوں سے نیچے گر پڑتے۔

شیفرڈ نے کہا۔

''چلو اٹھاؤ...... جلدی کرو۔''

اور کئی آدمی انہیں اٹھانے لگے۔ دو ہیلی کاپٹروں میں سامان رکھا گیا اس کے علاوہ کچھ لوگ بھی ان میں بیٹھ گئے ایک ہیلی کاپٹر میں ان کو لے جایا گیا جو بے ہوش تھے پھر شیفرڈ اور ان کے دونوں ساتھی شیلا اور دوسری لڑکی اور چند خاص لوگ اسی ہیلی کاپٹر میں آ گئے۔ برف کا میدان اب بالکل سنسان اور ویران ہو گیا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹروں کی مشینیں اسٹارٹ ہوئیں اور چند منٹ کے بعد وہ لوگ فضا میں بلند ہونے لگے۔

ایک خوشگوار سی کیفیت ایک سحر انگیز ماحول۔ وہ کون سی جگہ تھی۔ ہر طرف نیلاہٹ۔ حسین نیلاہٹ۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا۔ نیلے رنگ کے علاوہ اور کوئی رنگ نہ تھا۔ دھیمی دھیمی خوش گوار خنکی بدن میں خواہ مخواہ انگڑائیاں پیدا کر رہی تھی۔

چند سیکنڈ وہ شعوری طور پر ساکت پڑا تھا۔ وہ شائد اس خوشگوار کیفیت کو اپنے جسم میں اچھی طرح اتار لینا چاہتا تھا۔

لیکن پھر شعور نے اسے ٹھوکے دینے شروع کر دیئے اور اسے اپنے وجو

کا احساس ہونے لگا اور پھر وہ مادی دنیا میں آ گیا۔ اس کا ذہن ایک چھناکے کے ساتھ جاگ اٹھا۔

اس بار آنکھوں میں خمار نہیں تھا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا نیلا رنگ آنکھوں کا دھوکہ نہیں تھا۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔ فوم کے، لچکیلے گدے نے اسے ڈیڑھ فٹ اندر دبایا تھا اور اسے معلوم ہوا کہ وہ کسی شاندار مسہری پر لیٹا ہے۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور چونک پڑا اس کے قریب ہی نسیم اور پھر ڈاکٹر سلیم بائیں طرف جمشید اور انور تھے لیکن چھٹا بستر خالی تھا ٹارزن نے اپنے ذہن پر زور دیا۔"

اسلم۔ فوراً جواب ملا اور وہ اچھل پڑا...... اسلم کہاں گیا۔ اسلم کہاں گیا۔ اس نے سوچا اور ایک بار پھر چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ لیکن اس طویل و عریض کمرے میں اسلم کا کہیں پتہ نہ تھا۔ لیکن یہ کمرہ...... اعلیٰ ترین فرنیچر سے آراستہ خوابگاہ۔ خوبصورت گلدان مناسب جگہوں پر رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف صوفے پڑے ہوئے تھے جن پر نیلے کور تھے اور نیلے ہی رنگ کے کشن پڑے ہوئے تھے۔

انتہا یہ تھی کہ گملوں میں جو پھول لگے ہوئے تھے وہ بھی نیلے تھے یا تو یہ پھول مصنوعی تھے یا پھر خاص طور سے اس رنگ کے پھوں کا یہاں انتخاب کیا گیا تھا۔ دیواروں پر نیلے رنگ کی سینریاں اور تصویریں آویزاں تھیں۔ غرض یہ کہ اس کمرے کا ماحول بہت ہی حسن ترین تھا۔

بالکل خواب جیسا ماحول۔"

وہ یہاں کیسے آ گئے۔ یہ کون سی جگہ ہے؟ ٹارزن نے سوچا اور پھر ذہن پر زور دینے سے اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ آخری بار وہ ہوش کے عالم میں ہیلی

کاپٹر پر سوار ہونے کے لئے تیار تھے اور کافی پی رہے تھے۔ کافی ...... اور...... کافی ...... یقیناً اس کافی میں انہیں بے ہوشی کی دوا دی گئی تھی۔ شاید اس لئے کہ وہ راستے کا تعین نہ کرسکیں۔

لیکن...... اسلم"

آخر اسلم کہاں گیا؟ کیا وہ کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ ٹارزن نے افسوس کے ساتھ سوچا۔ پھر اس نے نسیم کو آواز دی اور نسیم نے آنکھیں ہڑبڑا کر کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی جمشید بھی جاگ گیا۔ ان لوگوں کے چہروں پر حیرت کے آثار تھے۔ نسیم نے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے۔"

ٹارزن نے ہنس کر کہا۔

"زمین کا پندرواں طبق جو ہمارے سامنے روشن ہے نیلے رنگ میں۔

جمشید نے کہا۔

ایسا ہی لگتا ہے۔"

اور سلیم ڈاکٹر کو جگانے لگا۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

"ارے اسلم کہاں ہے؟" اسے اچانک ہی اسلم کا خیال آ گیا۔ ٹارزن نے جواب دیا۔

"جب تم جاگے جمشید تو اسلم موجود نہ تھا؟"

جمشید حیرت سے اچھل پڑا۔

"نہیں۔"

پھر اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ تشویش کی بات معلوم ہوتی ہے۔"

پھر وہ بستروں سے نیچے اتر آئے۔ جمشید نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

''اس خالی بستر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اسلم ضرور سویا تھا لیکن......''

پھر وہ ایک دم اوپر دیکھنے لگا۔

''''ارے ٹارزن تم نے محسوس کیا ہی نہیں اوپر کیا؟''

ٹارزن نے پوچھا۔

وہاں کیا ہے۔

جمشید نے فوراً جواب دیا۔

''دروازہ......اس کمرے میں داخل ہونے کا دروازہ کہاں ہے۔''؟

ٹارزن کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''اوہ!'' پھر وہ سب چاروں طرف دیکھنے لگے۔

درحقیقت وہاں کوئی دروازہ یا ایسی جگہ نظر نہ آ رہی تھی۔ جہاں دروازے کا گمان یا شبہ ہوتا۔ لیکن چاروں طرف سے بند ہونے کے باوجود وہاں گھٹن نام کی کوئی شے نہ تھی اس کے برعکس بڑی خوشگوار فضا تھی۔

وہ سب چاروں طرف پھیل گئے۔ وہ دیوار کے ایک ایک انچ کو دیکھنے لگے۔ دفعتاً نسیم نے ایک دیوار میں خوبصورتی کے لئے لگی ہوئی لکڑی کی بلبل کو ٹٹولا اور پرندہ اپنی جگہ سے کھسکتا ہوا معلوم ہونے لگا۔

نسیم نے اُسے اوپر ہٹایا اور پھر اچانک ہی لکڑی کی دیوار میں ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی اور دیوار میں ایک خلا پیدا ہو گیا۔ یہ ایک دروازہ تھا۔ سب اس طرف متوجہ ہوئے۔ نسیم نے اندر جھانک کر دیکھا اور بے ساختہ ہنس پڑا۔

کیا ہے؟

اور پھر وہ بھی روشن دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا اور ایک طویل سانس کھینچی۔

وہ بھی ایک خوبصورت کمرہ تھا۔ جس میں چاروں طرف الماریاں بنی ہوئی تھیں۔ درمیان میں شیلف تھے۔ جن میں اعلیٰ ترین کتابیں رکھی ہوئی تھیں اور ایک طرف اسلم آلتی پالتی مارے ہوئے بیٹھا ہوا تھا اس کے گرد کافی کی پیالیاں پڑی ہوئی تھیں اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اس نے چلا کر کہا۔

آؤ...... آؤ بادشاہ۔ دیکھو ذرا دیکھو۔ یہاں کافی ہی کافی موجود ہے اور میں تازہ تازہ کافی سے اپنے جسم میں حرارت پہنچا رہا ہوں۔ اب تو دل چاہتا ہے اسی جگہ عمر گزر جائے۔

ٹارزن اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے دوسرے لوگ بھی تھے۔ ٹارزن نے اسلم کو گلے سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ اسلم نے گھبرا کر کہا اتنا ظلم نہ کرو بادشاہ۔ یہ احترام کی جگہ ہے۔ جس جگہ کافی ہو وہ احترام کی جگہ ہوتی ہے۔

ٹارزن نے گردو پیش کا جائزہ لیا وہاں کافی کے بے شمار ڈبے پڑے ہوئے تھے اور اسلم کافی کی کئی پیالیاں پی چکا تھا۔ ٹارزن نے اسلم کی طرف دیکھ کر کہا۔

''تم اس طرف کیسے آ گئے۔ میرا مطلب ہے تمہیں یہ راستہ کس طرح ملا۔''

اسلم نے ایک گہری سانس لی۔

''مجھے کافی کی خوشبو نے اپنی طرف کھینچ لیا...... دل کا معاملہ ہے بادشاہ۔ یقین کرو میری آنکھ اس کمرے میں کھلی۔ نیلا رنگ چاروں طرف بکھرا ہوا تھا۔ پھر مجھے کافی کی آواز سنائی دی۔ وہ مجھے پکار رہی تھی۔ اسلم! مسٹر اسلم۔ یہاں آؤ اور مجھے اپنے ہونٹوں سے لگا لو۔ اس نے مجھ سے کہا کہ بلبل کی دم کھینچو

میں نے تعمیل کی اور یہاں پہنچ گیا۔

پھر اس نے جھک کر ایک کافی کی پیالی اٹھالی اور ہونٹوں سے لگالی۔

اسلم نے اس کمرے میں آ کر کافی کی بے شمار پیالیاں بنالی تھیں۔

کافی سے گرم گرم بھاپ اٹھ رہی تھی۔ اس کے اردگرد کتنی ہی پیالیاں پڑی تھیں۔ سب نے ایک ایک پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی۔ جمشید نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

''یہاں ایسے اور بھی دروازے ہونے چاہیں۔''

''ٹارزن نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ چاروں طرف گھوم پھر کر دیکھنے لگے۔ لیکن دوسرا دروازہ انہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ کیونکہ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک طرف ویسا ہی خلا پیدا اور اس خلا میں سے ایک خوبرو لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کے جسم پر نیلا لباس تھا۔ جو نہایت ہی عجیب تراش کا تھا۔ اس کے گلے میں نیلے پتھروں کا ایک حسین ہار پڑا تھا۔ اور بالوں میں نیلے رنگ کے پھول لگے ہوئے تھے۔ اس کا رنگ سانولا تو تھا۔ مگر چہرے کے نقوش تیکھے اور دلکش ترین تھے۔

وہ اندر داخل ہوئی اور مسکراتی ہوئی ان کے قریب پہنچ گئی اس نے کھنکتی ہوئی آواز آئی میں کہا۔

''کیا آپ لوگ غسل کرنا پسند کریں گے۔؟''

اس نے گو انگریزی میں پوچھا تھا مگر اس کا لہجہ عجیب سا تھا۔

جمشید فوراً جواب دیا۔

''ہاں کیا اس بات کا انتظام ہے۔''

اس نے فوراً کہا۔

''تشریف لائیے۔''

اور جمشید اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ وہ ایک چوڑی راہداری تھی جس کے دوسری طرف بھی ویسی ہی نیلی دیوار تھی لیکن یہاں دیوار جابجا بٹن لگے ہوئے تھے۔ بٹنوں کا رنگ بھی نیلا ہی تھا۔ لڑکی نے مترنم اور دلکش آواز میں کہا۔

''یہ سب غسلخانے ہیں۔ آپ لوگ یہاں آرام سے باتھ لے سکتے ہیں۔ باتھ رومز میں آپ کے لباس بھی موجود ہیں۔ برائے مہربانی آپ لوگ لباس ضرور تبدیل کرلیں۔

جمشید نے اندر منہ کر کے سب کو آواز دی۔

''سب لوگ آجاؤ۔''

اور پھر وہ سب غسلخانوں میں داخل ہوگئے۔ اندر جدید ترین باتھنگ مشینری تھی۔ بھاپ کے سلنڈر لگے ہوئے تھے۔ مشین کھولنے سے تمام بھاپ نکل کر جسم کے مساموں میں اتر جاتی تھی اور تھکن کا احساس تک مٹا دیتی تھی۔ ایک طرف ایک بڑا ٹب اور اس کے قریب ٹھنڈے اور گرم پانی کے شاور تھے۔ بڑے بڑے تولیے رکھے ہوئے تھے اور ایک ہینگر پر ایک نیلا گاؤن لٹکا ہوا تھا۔ گرم اور ملائم گاؤن۔ اس کے علاوہ وہاں اور کوئی لباس نہ تھا۔ شاید اس گاؤن کو پہننے کے لئے کہا گیا تھا۔

بہرحال...... اس طلسمی ماحول میں آنے کے بعد ان کے حکم کی پابندی کرنا ضروری تھی۔ چنانچہ انہوں نے غسل کر کے گاؤن پہن لئے اور چند منٹ کے بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے میں پہنچ گئے وہ سب گاؤنوں میں لپٹے عجیب سے لگ رہے تھے۔

جمشید ہنس کر بولا۔

ٹارزن! ہم ایک دوسرے کو اس وقت عجیب سے لگ رہے ہیں غلط تو نہیں کہا میں نے؟

ٹارزن نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''نہیں۔''

ٹارزن ابھی خاموش ہی ہوا تھا کہ دروازے سے دو لڑکیاں اندر داخل ہوئیں۔ ان میں وہ پہلی لڑکی نہیں تھی۔ لیکن وہ دونوں لڑکیاں بھی اسی نسل کی لگتی تھیں اور انہوں نے لباس بھی ویسے ہی پہن رکھے تھے۔

''آپ کو ناشتے کے لئے کہاں جاتا ہے۔'' انہوں نے مشینی انداز میں بیک وقت کہا۔

اور پھر انہوں نے بڑے دلکش انداز میں دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ ڈاکٹر سلیم کی باچھیں کھل گئیں اور وہ سب سے پہلے دروازے کی طرف لپکے۔ وہ لڑکیوں کو دیکھ کر بے حد خوش ہو گئے تھے۔

ناشتے کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ڈاکٹر نے کہا۔

ہم اسے نیلی دنیا کا نام دے سکتے ہیں۔

یہ بھی ایک خوبصورت کمرہ تھا۔ جس کے درمیان ایک لمبی میز بچھی ہوئی تھی۔ میز پر خوبصورت گلدان رکھے ہوئے تھے لیکن سب نیلے رنگ کے تھے۔ میز کے اوپر پڑا ہوا میز پوش بھی نیلے رنگ کا ہی تھا۔ نیلے رنگ کا یہ طوفان کچھ عجیب ہی سا لگ رہا تھا۔ اس میں شائد کوئی راز پوشیدہ ہو کوئی خبطی ہو جسے نیلے رنگ کا طوفان پسند ہو۔

میز کے اردگرد ویسے ہی لباس میں ملبوس خوبصورت سے خادمائیں کھڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے سب کو دیکھ کر کرسیاں گھسیٹیں اور وہ بس بیٹھ

گئے۔ پھر ان کے سامنے پرتکلف ناشتہ آ گیا۔ ڈاکٹر سلیم نے جھک کر ایک لڑکی سے پوچھا۔

''کیا یہاں مہمان اکیلے ہی ناشتہ کرتے ہیں۔''

لڑکی نے شیریں آواز میں جواب دیا۔

''نہیں معزز مہمان۔ میزبان بہت جلد آپ سے ملاقات کریں گے۔ آپ کی ملاقات کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ صرف یہ ناشتہ آپ کو اکیلے کرنا ہوگا۔ اس کے بعد لنچ میزبان کے ساتھ کھائیں گے۔

جمشید نے ناشتہ شروع کرتے ہوئے کہا۔

بھول گئے ڈاکٹر! تم یہاں مہمان نہیں بلکہ قیدی ہو عجائب گھر کے قیدی۔

''اگر یہ قید ہے تو میں زندگی بھر اس میں رہنا پسند کروں گا یہ نیلی خوشگوار اور لذیذ ترین کھانوں سے بھرپور قسم کی قید ہے۔

سب نے زور سے قہقہہ لگایا۔

ایک لڑکی نے شیریں آواز میں کہا۔

''یہ قید نہیں قیدیوں کو سرخ علاقے میں رکھا جاتا ہے۔ یہ تو مہمان خانہ ہے اور یہ صرف معزز مہمانوں کے لئے ہی مخصوص ہے۔

جمشید نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''سرخ علاقے سے تم ہمیں کیا بتا دینا چاہتی ہو؟''

اس نے دل کش مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ہمارے یہاں لوگوں کی حیثیت رنگوں سے پہچانی جاتی ہے تمام شعبوں کے رنگ مخصوص ہیں اور صرف رنگ سے پہچانا جاتا ہے کہ کوئی آدمی کس حیثیت کا حامل ہے۔

جمشید نے اسے بغور دیکھ کر کہا۔

''تمہارا مطلب ہے قیدی سرخ لباس استعمال کرتے ہیں۔

اس نے اثبات میں اپنا حسین سر ہلا دیا۔

''ہاں۔''

جمشید نے پوچھا۔

''یہاں کے حکمران کون سا رنگ استعمال کرتے ہیں۔''؟

اس نے فوراً جواب دیا۔

''سفید رنگ۔''

پھر جمشید نے پوچھا۔

''اس سے نچلے درجے کے لوگ؟''

''چاندی کا رنگ استعمال کرتے ہیں۔ رو پہلا رنگ اسی طرح ہر حیثیت کے لوگ اپنا اپنا رنگ رکھتے ہیں۔

جمشید نے گردن ہلا کر کہا۔

''خوب'' یہ ایک دلچسپ طریقہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جدید طرز بھی ہے۔

اس کے بعد وہ خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے

پھر ٹارزن نے پوچھا۔

''کیا ہم یہاں کی سیر بھی کر سکتے ہیں''؟

لڑکی نے اسے بتایا۔

''جی ہاں۔ لیکن صرف نیلے علاقے میں۔ آپ ابھی اس علاقے سے کسی اور علاقے میں نہیں جا سکتے جب تک میزبان سے ملاقات نہ ہو جائے۔

جمشید فوراً بولا۔

''تو پھر یہ بھی ایک قسم کی قید ہی ہوئی۔

لڑکی نے متانت سے کہا۔

ہم شرمندہ ہیں معزز مہمان۔لیکن یہاں کے اصول یہی ہیں؟

ٹارزن نے پوچھا۔

''یہ علاقہ کتنا بڑا ہے۔؟

لڑکی جواب دیا۔

''کم از کم ایک میل میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں آپ کو خوبصورت پارک بھی ملے گا اور گیمز روم بھی...... یہاں ہر قسم کی تفریح کا خیال رکھا گیا ہے۔''

ٹارزن نے گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ناشتے سے فارغ ہو کر اس کمرے سے نکل آئے۔انہوں نے یہاں کی سیر کا پروگرام بنایا تھا۔ ابھی وہ اس گورکھ دھندے کے بارے میں سوچ کر ذہنوں کو تھکانا نہیں چاہتے تھے۔صاف بات تھی کہ جو کچھ بھی ہے سامنے آجائے گا۔ پہلے سے سوچ کر اب دماغ کو تھکانا حماقت تھی۔

چنانچہ وہ اس کمرے سے نکل کر ایک سیدھی گیلری کی طرف چلنے لگے۔ گیلری اختتام پر پہنچ کر ایک طرف مڑ گئی۔ وہ ایک ہال میں آگئے۔

گول ہال تھا جہاں خوبصورت فانوس لٹکے ہوئے تھے لیکن ان کا رنگ بھی نیلا تھا۔ ہال کے ایک طرف ایک بلند و بالا دروازہ تھا۔ جو کھلا ہوا تھا۔ وہ لوگ دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔دروازے پر پہرے دار کھڑے ہوئے تھے۔وہ بھی نیلے رنگ کی وردی میں ملبوس تھے۔

انہوں نے ان لوگوں کو دیکھ کر ایڑیاں بجائیں۔سلیوٹ کیے اور تن کر

کھڑے ہو گئے۔ باہر کا نظارہ بے حد حسین تھا۔

خوبصورت پائین باغ تھا۔ جہاں دنیا کے حسین ترین پھول کھلے ہوئے تھے۔ سنگ مرمر کے فوارے چاروں طرف چل رہے تھے۔ لیکن سنگ مرمر بھی نیلے رنگ کا تھا۔ سب ہی مصنوعی چیزیں نیلے رنگ کی تھیں۔

لیکن وہ قدرت کے رنگ نہیں بدل سکتے تھے۔ آسمانی رنگ کے پھول باغ میں ضرور موجود تھے لیکن ان کے ساتھ ہی دوسرے رنگوں کے پھول بھی تھے۔ پھر بھی جہاں تک نظر جاتی تھی نیلا ہی رنگ بکھرا ہوا تھا۔ مختلف فواروں کے قریب بنچیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ بیڈمنٹن کورٹ تھا غرضیکہ وہاں ہر قسم کی تفریح کا سامان تھا۔

پارک کے انتہائی سرے پر ایک بڑا آہنی دروازہ لگا ہوا تھا۔ جس پر پہریداروں کا ہجوم تھا۔ پھاٹک کے قریب لوگ چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔

جمشید نے کسی اچانک خیال کے تحت آسمان کی طرف دیکھا اور پھر کئی منٹ تک دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

کیا تم نے اوپر دیکھا ٹارزن؟

ٹارزن نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے۔؟

جمشید فوراً بولا

''یہ آسمان اصلی نہیں لگتا۔''

ٹارزن نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

تمہارا مطلب ہے کیا؟''

جمشید نے پورے وثوق سے کہا۔

''میرا دعویٰ ہے کہ یہ نقلی آسمان ہے۔ کسی قسم کی گیس فضا میں پھیلی ہوئی ہے اور گیس کا رنگ آسمانی ہے۔

ٹارزن حیران ہو رہا تھا۔

''مگر اس کی یہ بلندی؟''

جمشید نے یقین سے پر آواز میں کہا۔

''یہ صرف نظر کا دھوکہ ہے۔ چمکدار گیس کا عکس ہے۔ گیس کا یہ ریفلیکشن تہہ در تہہ ہے۔

ٹارزن متحیرانہ آواز میں کہا۔

''اور یہ آکسیجن یہاں کہاں سے آ گئی۔؟

جمشید نے جلدی سے کہا۔

''اسی سے تو میں نے اندازہ لگایا ہے۔ مگر ٹھہرو۔ اوہ۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

''اوہ، ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ گیس نیچے سے بے رنگ ہو اور ہمیں واقعی اوپر آسمان نظر آ رہا ہو۔ ٹھیک ہے یہی بات ہے کیونکہ یہ پھیلی ہوئی جگہ ہے اس لئے ہمیں وافر مقدار میں آکسیجن مل رہی ہے لیکن ذرا بوجھل قسم کی ہے۔''

جمشید فضا میں گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ ٹارزن نے بھی ایک گہرا سانس لے کر کہا۔''

''ہوں...... ممکن ہے تمہارا خیال ٹھیک ہو۔ لیکن اس زبردست انتظام سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا پھر کسی مسئلے سے دو چار ہونے والی ہے۔ صاف ظاہر ہے جو لوگ ہمیں یہاں لائے ہیں۔ ان کے ارادے خطرناک ہیں۔ وہ ہم سے کوئی خطرناک کام لے کر تباہی و بربادی پھیلانا چاہتے ہیں۔''

ٹارزن بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔" مگر میں ان لوگوں کا ناک میں دم کر دوں گا۔

دوسرے لوگ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

جمشید نے اسے بغور دیکھ کر کہا۔

"تم تو بے حد سنجیدہ ہو گئے ٹارزن۔"

ٹارزن نے سخت آواز میں کہا۔

"ہاں جمشید! اگر ان لوگوں نے انسانوں کو ختم کرنے کے لئے کوئی ایسا گھناؤنا کام کیا تو میں اپنی جان پر کھیل کر ان لوگوں کو ختم کر دوں گا۔

ٹارزن کے انداز بہت ہی خطرناک تھے۔ اس کے اس انداز سے وہ سب اپنے جسموں میں سردی کی سرسراہٹ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ کون سا علاقہ ہے۔ اور ہیلی کاپٹر انہیں لے کر کہاں اور کتنا سفر طے کر کے آئے ہیں۔ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہ لگایا جا سکا۔ کیونکہ وہ سب بے ہوشی کے عالم میں لائے گئے تھے کافی میں بے ہوشی کی دوا شائد اس لئے دی گئی تھی کہ وہ سفر اور اس کی سمت کے بارے میں اندازہ نہ لگا سکیں۔

بہر حال ابھی ان کو اس وقت تک خاموش رہنا تھا جب تک کل حالات ان کے سامنے آ جائیں۔ ویسے ٹارزن کو اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ وہ خطرناک مجرموں کے جال میں آ پھنسے ہیں۔ پھر وہ تھوڑی دیر گھومنے کے بعد اپنی خوراک گاہ آ گئے۔ ریڈیو سیٹ آن تھا۔ انہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ ویسے انہیں یقین سا تھا کہ وہ مہذب دنیا سے زیادہ دور نہیں تھے۔

ایک بجے کے قریب لڑکیوں کی فوج اندر داخل ہوئی۔ اس بار ان کے ساتھ سبز لباس والے چند مرد بھی تھے۔ جن کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ محافظ فوج کے ارکان ہیں ان لوگوں کے ذریعے انہیں لنچ کے لئے بلوایا گیا تھا اور اس

لنچ پر اس دنیا کو تیار کرنے والا بھی موجود تھا۔ وہ ان سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔

کوئی خاص تیاری تو کرنی نہیں تھی۔ چنانچہ سب لوگ فوراً باہر نکل آئے اور پھر اس ہال کے صدر دروازے کے باہر انہیں ایک فٹن کھڑی نظر آئی۔ جس میں چار سفید گھوڑے جتے ہوئے تھے کوچوان نے جو سبز وردی میں ملبوس تھا دروازہ کھول دیا اور وہ لوگ اندر بیٹھ گئے۔ وہ محافظ فٹن کے پچھلے حصے میں کھڑے ہو گئے اور باقی ان گھوڑوں پر سوار ہو گئے جو وہاں کھڑے تھے اس طرح یہ گھوڑے گاڑی چل پڑی۔

آہنی پھاٹک سے نکل کر گھوڑا گاڑی کنکریٹ کی بنی ہوئی ایک سڑک پر دوڑنے لگے جو بالکل نیلی تھی اس کے دونوں طرف کسی مصالحے سے بنے ہوئے فٹ پاتھ تھے اور فٹ پاتھ کے دوسری طرف طویل میدان چلے گئے تھے۔

ان میدانوں میں خالی خالی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ عمارتوں تک کنکریٹ کی نیلی سڑکیں جال کی طرح بچھی ہوئی تھیں۔ رنگا رنگ لباس پہنے ہوئے لوگ ادھر ادھر لوگ آتے جاتے نظر آ رہے تھے بہت سے رنگ گڈمڈ ہو رہے تھے۔ غرضیکہ یہ ایک عجیب دنیا معلوم ہو رہی تھی۔

ٹارزن کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ تھی۔ لیکن جمشید اور ڈاکٹر انتہائی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان کے لئے یہ نئی چیز تھی۔ ان کے دوسرے ساتھی بھی ان چیزوں کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد فٹن ایک اور حسین اور شاندار عمارت کے قریب پہنچ گئی۔ یہ عمارت گویا سونے سے تعمیر کی گئی تھی۔ بالکل سنہری وردیوں والے دربانوں نے دروازی کھولا اور فٹن اندر داخل ہوگئی۔

پھر وہ محراب دار دروازوں کے ایک سلسلے سے گزر کر ایک ہال میں پہنچی اور ہال کے درمیان ایک خوبصورت دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ دروازے پر سنہری وردی فوج کا ایک دستہ موجود تھا۔ اس نے اسے سلامی دی اور وہ نیچے اتر آئے پھر دروازے سے اندر داخل ہو گئے جہاں خوبصورت لڑکیوں کی ایک فوج تھی۔

ایک ایک لڑکی نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ انہیں ایک طرف لے چلیں۔ ایک لڑکی نے اسلم کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی لیکن اسلم اچھل کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے جھلا کر کہا میں عورتوں کا سہارا نہیں لیا کرتا۔ مجھ سے پرے ہٹ جاؤ۔

وہ سمجھ گئی کہ وہ اس کا ہاتھ اپنے قریب نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے وہ اس سے پرے ہو گئی۔ خوبصورت دروازوں سے گزر کر وہ ایک ہال میں پہنچ گئے۔

وہاں ایک لمبی میز بچھی ہوئی تھی اس میز کی سجاوٹ اور خوبصورتی کے لئے بس یہ کہہ دینا کافی تھا کہ وہ وہاں کے سربراہوں کے کھانے کی میز تھی۔

یہاں چند سنہری لبادوں والوں نے ان کا استقبال کیا اور ان کو کرسیوں پر بٹھا دیا گیا۔ ہال کے اندرونی دروازے میں جلترنگ بجنے لگا اور سب لوگ کھڑے ہو گئے۔

چند منٹ کے بعد دروازے سے دو آدمی باہر نکلے پھر اس کے بعد ایک عجیب و غریب شکل وصورت کی عورت باہر نکلی۔ اس کی گردن لمبی تھی۔ جسم دبلا پتلا تھا۔ آنکھیں کھنچی ہوئی اور بھنوئیں اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ بھنوئیں پر اس نے سیاہ رنگ سیال مادے کا لیپ کر رکھا تھا۔ اس نے اپنا استخوانی چہرہ بھی رنگا ہوا تھا۔ بے رنگ اور خشک بالوں میں نیلے پتھر چمک رہے تھے۔ اس نے ایک

سنہری لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔

سب لوگ اس خلائی چڑیل کے سامنے کھڑے ہو گئے اور وہ آگے بڑھ آئی اور پھر سرے کی ایک کرسی پر بیٹھ گئے جو دوسری کرسیوں سے علیحدہ اور شاندار تھی۔ اس کے بیٹھنے کے بعد باقی تمام لوگ بھی بیٹھ گئے۔ پھر حسین لڑکیاں دوسروں کے آگے اور پیچھے کھڑی ہو گئی تھیں۔ اس عجیب عورت نے سنسناتی اور سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''سب سے پہلے میں اپنے معزز مہمانوں سے تعارف حاصل کرنا چاہتی ہوں۔''

اسی وقت ایک بوڑھا شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھنسی پھنسی آواز میں گویا ہوا۔

''معزز مہمانوں کو ملکہ کائنات سوریہ کی دنیا میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ سوریہ کائنات کی واحد ملکہ ہے۔ اس بھیانک دور میں سوریہ امن امان کی پیامبر ہے وہ عظیم اور برتر ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں سوریہ کے مشن سے معزز مہمانوں کو آگاہ کروں تاکہ پہلے وہ اس عظیم اور باوقار سوریہ کی زبردست حیثیت کے قائل ہو جائیں تاکہ وہ اپنے دل میں اس کے لئے وہی عظمت محسوس کریں جس کی وہ مستحق ہے۔''

پھر اس نے انہیں بغور دیکھ کر کہا۔

''ملکہ سوریہ ایک عظیم سائنسدان ہے۔ اس نے ایک نیا سیارہ دریافت کیا ہے اور اس سیارے میں ایک لیبارٹری قائم کی ہے اب اس لیبارٹری میں دن رات کام ہو رہا ہے۔ ملکہ سوریہ ایک دن تمام دنیا پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دے گی۔ اس کام کے لئے ملکہ سوریہ کو کچھ دوستوں کی ضرورت ہے۔ جو عالی

دماغ ہوں۔لگن اور محنت سے کام کر سکتے ہوں۔''

پھر بوڑھے نے ٹارزن جمشید اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

چونکہ آپ سب حضرات ذہین اور طاقتور ہیں۔ کام کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں اسی لئے آپ کو یہاں لایا گیا ہے۔چونکہ ہمیں آپ لوگوں کی اہم ضرورت ہے۔آپ ایشیا کے ابھرتے ہوئے دماغ ہیں آپ بے حد طاقتور بھی ہیں۔ہمیں طاقت اور ذہانت کی ضرورت ہے آپ سائنسدانوں کے چند فارمولے ہماری ملکہ سوریہ کو بے حد پسند ہیں۔اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ مستقبل کی پر امن اور عظیم دنیا کے بانیوں میں آپ کا نام ہو اور آنے والی نسلیں ہمیشہ آپ کو یاد رکھیں اور ان کے سر ہمیشہ آپ کے لئے خم ہوتے رہیں۔''

یہ کہہ کر بوڑھا خاموش ہو گیا۔

ٹارزن جمشید اور دوسرے لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔بوڑھے کے آخری الفاظ ان کی سمجھ میں نہ آئے تھے۔ایک عجیب احساس ان کے ذہنوں میں چھا گیا تھا۔کیا یہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں۔کسی اور کے دھوکے میں انہیں تو نہیں پکڑ کرلا یا گیا ہے۔آخر یہ سب کیا چکر ہے۔وہ کون سے سائنسی فارمولے ہیں جو ملکہ سوریہ کو پسند ہیں۔جمشید نے کسی فارمولے کا اعلان ابھی تک نہیں کیا تھا۔

دفعتاً ملکہ سوریا نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص سے کچھ کہا اور وہ کھڑا ہو گیا۔چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

''عظیم ملکہ کا حکم ہے کہ اب پہلے لنچ کھا لیا جائے تعارف کی باقی کاروائی بعد میں ہو گی۔''

سب نے گردن ہلائی اور پھر دونوں طرف کھڑی ہوئی لڑکیاں حرکت میں آ گئیں۔ٹرالیاں ادھر سے ادھر گردش کرنے لگیں اور کھانا شروع ہو گیا۔لیکن ان لوگوں کے ذہنوں میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔وہ یہی سوچ رہے تھے کہ یہ لوگ یقیناً غلط فہمی کا شکار ہیں۔انہیں کسی دوسرے کے دھوکے میں یہاں لایا گیا ہے۔

اور جب انہیں حقیقت کا علم ہو گا تو پتہ نہیں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ اب جو کچھ ہو۔ہو کر رہے گا۔یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر جدوجہد کے ہی ان کی رہائی کا ساماں پیدا ہو جائے یا پھر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

وہ خاموشی سے کھانا کھاتے ہوئے سوچتے رہے۔آخر کار کھانا بھی ختم ہو گیا اور فوراً تمام سامان ہٹا دیا گیا اور خشک میووں کے ظروف رکھ دیئے گئے۔

ملکہ سوریہ کے ایما پر پھر وہی بوڑھا شخص کھڑا ہو گیا۔پھر وہ جمشید اور اس کے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔

''اب معزز مہمان اپنا فرداً فرداً تعارف کرانا پسند کریں گے۔یہ عظیم ملکہ کی درخواست ہے۔''

ٹارزن نے جمشید کی طرف اشارہ کیا۔اور وہ کھڑا ہو گیا اور پھر وہ کھڑی ہوئی باوقار آواز میں بولا۔

''میں نے اور میرے ساتھیوں نے ملکہ کے مشن کے بارے میں اسے بے حد پسند کیا ہے۔واقعی اس بے امن دنیا کو امن و امان کی ضرورت ہے۔ہم دل سے دعا کرتے ہیں کہ عظیم ملکہ سوریہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوں۔ہم اس بات پر حیران ہیں کہ ہمیں کیوں لایا گیا ہے۔ہم کھاتے پیتے گھرانوں کے کاروباری لوگ ہیں۔ہمارا سائنس سے ذرا سا بھی واسطہ نہیں ہے۔ہم سب دوست سیر و تفریح کے لئے شاریہ کے سمندروں کی طرف جا رہے تھے کہ آپ

لوگوں نے ہمارا جہاز اغوا کیا اور ہمیں یہاں لے آیا گیا۔ یہ سب کچھ ہمارے لئے بہت ہی حیرت انگیز ہے۔''

جمشید کے الفاظ بم کی طرح پھٹے خود ملکہ کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار نظر آئے اور وہ بغور ان لوگوں کو دیکھنے لگی اور پھر وہ ایک دم کھڑی ہوگئی اور پھر جمشید کی طرف بغور دیکھ کر کہا۔

''کیا تم جھوٹ بولنے کی کوشش کر رہے ہو؟''

جمشید نے فوراً متاسف آواز میں کہا۔

''کاش معزز ملکہ کی زبان سے یہ الفاظ ادا نہ ہوتے۔ عام لوگ تو اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ باتیں کرتے ہی رہتے ہیں لیکن معظم ملکہ کی عظیم شخصیت سے ہمیں اس قسم کی امید نہ تھی۔ اگر ان کے منہ سے اس قدر دل شکن الفاظ نہ نکلتے تو بہتر تھا۔'' ملکہ سوریہ غضبناک آواز میں بولی۔

''مگر اتنی بڑی غلط فہمی کیوں اور کیسے ہوئی؟''

''کاش ہم جان سکتے یہ سب کیا ہوا ہے۔ ہم سے کچھ پوچھا ہی نہیں گیا اور ہم یہاں آ گئے۔''

ملکہ سوریہ انہیں قہر آلود نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

ان لوگوں کو بلاؤ جنہوں نے ان کے بارے میں غلط اطلاع دی تھی۔''

اس نے جواب دیا۔

''بہتر ہے۔''

اور پھر وہ خود ہی دروازے کی طرف دوڑ گیا۔ تمام لوگوں کے چہرے زرد پڑ گئے تھے ملکہ کا غصہ اور قہر ان کے لئے عذاب سے کم نہ تھا۔

چند منٹ کے بعد آٹھ آدمی ہانپتے اندر داخل ہوئے اور ایک قطار میں ملکہ کے سامنے ادب و احترام سے کھڑے ہو گئے......

ملکہ نے سخت آواز میں پوچھا۔

''ایشیائی سائنسدانوں کے بارے میں رپورٹ کس نے دی تھی؟''

ایک آدمی نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''ہمارے ایشیائی اسٹیشن نمبر گیارہ نے جناب۔''

ملکہ نے گرج کر پوچھا۔

''وہ کیا رپورٹ تھی؟''

جواب میں دوسرے شخص نے جلدی سے ایک فائل نکالی اور اسے الٹنے لگا پھر وہ ایک رپورٹ پڑھنے لگا۔ شاید یہ کسی اخبار کی کٹنگ تھی۔ جمشید کے ملک کے چند نو جوان سائنسدانوں نے ایک تھیوری پیش کی تھی جو اخبار میں شائع ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں جمشید تھوڑا بہت جانتا تھا۔ پھر اس نے دوسری رپورٹ پڑھی جو یہ تھی۔

اسٹیشن گیارہ کی طرف سے عظیم ملکہ کی خدمت میں۔ عظیم ملکہ خدمت میں وہ تراشا بھیج دیا گیا ہے جس میں ایک تھیوری پیش کی گئی ہے۔ ہم خادم جن کے سپرد یہ خدمت ہے کہ ملکہ مفادات کے لئے کام کریں محسوس کر رہے ہیں کہ یہ تھیوری ملکہ کے لئے ضرور کشش رکھتی ہو گی۔ اس لئے ان سائنسدانوں کے بارے میں ہم نے کچھ تحقیق کی ہے۔ اور اس کی رپورٹ ارسال ہے۔

یہ چار نو جوان سائنسدان ہیں۔ معزز خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ سائنس کی دنیا میں ان کا نام پہلی بار سنا گیا ہے۔ چاروں کے حلئے اور نام درج ہیں۔

کرنل ناظم یہ ایک خوبصورت نوجوان ہے۔عمر تقریباً ۳۵ سال ہے۔ چہرے سے ذہانت ٹپکتی ہے۔ دوسرے پروفیسر راشد ہیں یہ بھی نوجوان اور خوبصورت شخص ہیں۔ان کا جسم ٹھوس ہے لیکن چہرے سے ذرا بے وقوف سے لگتے ہیں۔ تیسرے سائنسدان اکرم ہیں۔ وہ ایک خوبصورت نوجوان ہیں۔ چوتھے ڈاکٹر عاصم ہیں یہ بھی ایک خوبرو نوجوان ہیں۔ان چاروں نوجوانوں کی تصویریں حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بہت جلد ارسال کر دی جائیں گی۔ یہ تیسری رپورٹ ہے۔ چاروں سائنسدان ایک سائنس کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے جا رہے ہیں اس سے پہلے کہ وہ اپنی تھیوری کانفرنس میں پیش کریں۔انہیں اغوا کر لیا جائے۔ان کی تصویریں فی الحال نہیں مل سکیں۔جلد ہی تصویریں بھیج دی جائیں گی۔

پھر وہ شخص خاموش ہو گیا ور بوڑھے آدمی کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہوں......''

''اس کے بعد پھر کیا کاروائی کی گئی؟'' ملکہ نے پوچھا۔

''فوری طور پر سیکشن چیف جیمز کو روانہ کیا گیا اور وہاں کے سیکشن کی مدد سے ان لوگوں کو اغوا کرلایا اور یہ پلان حسب معمول کامیاب رہا۔''

ملکہ نے گہرا سانس لیا۔

''ہوں......کیا جیمز کو ان لوگوں کا حلیہ بتا دیا گیا تھا؟''

''جی......تحریری طور پر۔''

''تصاویر موصول ہوئیں؟''

''جی ہاں۔''

پیش کرو۔''

اور اس شخص نے فائل کھول کر تصویریں نکالیں اور اس بوڑھے شخص کو دیں۔ بوڑھے نے تصویریں ملکہ کے ہاتھ میں دے دیں۔ ملکہ تصویروں سے ان لوگوں کے چہرے ملانے لگی۔ لیکن تصویریں چہروں کے مطابق نہیں تھیں۔ اس لئے اس نے سوچا کہ شاید چہروں پر میک اپ ہو۔ اس نے چلا کر کہا۔

''دیکھا جائے ان کے چہروں پر میک اپ تو نہیں ہے۔''

ایک شخص نے گردن ہلائی۔

''بہتر ملکہ عالیہ!''

اور وہ باہر نکل گیا۔

چند منٹ کے بعد وہ پھر اندر آ گیا اس کے ہاتھ میں ایک عجیب قسم کا آلہ نظر آ رہا تھا وہ آلہ لئے ہوئے جمشید اور اس کے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے آلے کا رخ ان کے چہروں کی طرف کر کے بٹن دبا دیا۔ آلے سے ایک پھوار سی نکلی اور ایک لڑکی تولیہ لے کر ان کے قریب پہنچ گئی وہ پھوار نم تھی اور ان کی خوشبو نہایت دل کش تھی۔

اور اس آدمی نے آلہ ہٹا لیا اور لڑکی نے ان لوگوں کے سامنے تولئے پیش کر دیئے۔ جمشید ٹارزن اور اس کے ساتھیوں نے چہرے صاف کر لے لیکن ظاہر ہے میک اپ تو تھا نہیں اس لئے کیا فرق پڑتا۔ ان سب کے چہروں کا اچھی طرح جائزہ لیا گیا اور اس کے بعد وہ آدمی جو میک اپ صاف کرنے کا سامان لایا تھا واپس چلا گیا۔

ملکہ سوریہ کا پتلا چہرہ بھی پرسکون ہو گیا تھا۔ ذرا دیر بعد وہ بوڑھے کی طرف رخ کر کے بولی۔

''جیمز کہاں ہے؟''

اس نے فوراً کہا۔

''موجود ملکہ عالیہ۔''

وہ پرسکون مگر سخت آواز میں بولی

''اسے اس کی غلطی بتاؤ اور پھر اسے قتل کر دو۔ ایسے لوگوں کی زندگی سے موت بہتر ہے اس کے علاوہ اسٹیشن گیارہ کو فوراً تبدیل کر دو اور ان سائنسدانوں کے بارے میں معلوم کرو کہ وہ کہاں ہیں؟''

بوڑھے نے اثبات میں سر جھکا دیا۔

پھر ملکہ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

''مجھے افسوس ہے صاحبو تم لوگوں کو بلاوجہ ہی تکلیف دی گئی لیکن اب چونکہ تم سوریہ کے مشن اور اس کی دنیا سے واقف ہو گئے ہو اس لئے اب بیرونی دنیا میں تمہاری گنجائش نہیں رہ گئی ہے اب تم باقی زندگی یہاں سکون سے گزارو گے اور چونکہ تم نے دوسری حیثیت میں بھی سوریہ کے مشن کو پسند کیا ہے۔ اس لئے تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق اہم کام سپرد کئے جائیں گے۔ ابھی تم مہمان ہو۔ خوب سیر و تفریح کرو اور موج اڑاؤ۔ غداری مت کرنا۔ ورنہ موت کی نیند سلا دیئے جاؤ گے۔ کچھ عرصے کے بعد تمہیں کام دے دیا جائے گا۔ اب جاؤ عیش کرو۔''

یہ کہہ کر ملکہ اٹھی اور اپنے آدمیوں کے ساتھ دوسرے دروازے کے اندر جا کر غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ بھی اسی گاڑی میں بیٹھ گئے جس سے وہاں لے جائے گئے تھے۔

''چلو۔ خوفناک ملکہ'' خلائی چڑیل'' سے تو جان چھوٹی۔''

ٹارزن نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ لیکن جمشید کے چہرے پر تشویش

کے آثار چھائے تھے۔ وہ کمرے میں پہنچ کر وہاں پڑے ہوئے صوفوں پر بیٹھ گئے۔

اسلم نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''ٹارزن بادشاہ! یہ جگہ بہت شاندار ہے۔ یہاں پینے کے لئے بے شمار کافی ہے اور تفریح گاہیں ہیں۔ بس موج ہی موج ہے۔''

ٹارزن اور جمشید کے علاوہ دوسرے سب ہی ہنسنے لگے۔ ان بیوقوفوں نے اپنے مطلب کی چیزیں تلاش کر لی تھیں اور مگن ہو گئے تھے کسی کو اس قید کی فکر نہ تھی جس میں یہ لوگ پھنس گئے تھے۔ ہمیشہ کے لئے جانے کب تک......

جمشید نے ٹارزن کی طرف دیکھ کر کہا۔

''نہایت ہی خراب صورت حال ہے۔ نہایت ہی حیرت انگیز اور بدتر۔ تمہارا کیا خیال ہے میں نے کوئی غلط قدم تو نہیں اٹھایا۔'' ٹارزن نے بے فکری سے کہا۔

''بالکل نہیں۔ بلکہ تم نے شاندار اداکاری کر کے اپنا پارٹ نہایت شاندار طریقے سے انجام دیا ہے۔ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ جمشید نے تشویش آمیز آواز میں کہا۔

''مگر اب کیا کرنا چاہئے۔''

ٹارزن دھیمی آواز میں بولا۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں بھی اسلم اور ڈاکٹر سلیم کی طرح خوش رہنا چاہئے۔''

ڈاکٹر سلیم نے فوراً کہا۔

''بے شک ٹارزن بادشاہ تو کیا اب میں باہر جا سکتا ہوں۔ براہ مہربانی

جمشید صاحب یہاں میرے اوپر کوئی پابندی عائد نہ کرنا۔"
ڈاکٹر سلیم کی آواز میں لجاحت تھی۔ جمشید ہنسنے لگا۔ یہ اجازت ہی تھی۔ اس لئے ڈاکٹر سلیم فوراً نکل گیا۔

پھر وہ سرگوشیوں میں ملکہ سوریہ کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔

"ملکہ سوریہ تہذیب اور امن کی علمبردار بن کر منظر عام پر آرہی ہے لیکن وہ خود اپنی تخریب کو بھول گئی ہے کیا تم ایسی عورت پر بھروسہ کر سکتے ہو ٹارزن! وہ امن امن پکار رہی ہے اور خود ایک معمولی سی غلطی پر اپنے آدمی کو قتل کا حکم دے چکی ہے۔ اس سے امن کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ ہم اسے تمام دنیا سے زیادہ طاقتور بننے کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

پھر وہ بہت ہی زیادہ سخت آواز میں ٹارزن سے مخاطب ہوا۔ کیا تمہارے خیال میں اسے اتنی قوت حاصل کر لینی چاہئے اور کیا ہم اسے یہ اجازت دے سکتے ہیں۔"

ٹارزن کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی اور جمشید اسے غور سے دیکھنے لگا۔

جمشید نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کی ہے ٹارزن! جو تم ہنسنے لگے ہو ٹارزن ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا۔

"یونہی ہنسی آ گئی تھی۔ تم نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ میرا بھی خیال ہے کہ جو کچھ تم نے فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔"

چند لمحوں کے بعد ٹارزن نے کہا۔

"چاہے ہم غلطی سے یہاں آگئے ہیں۔ بہر حال ہمارا یہاں آنا ٹھیک ہی

ثابت ہوا۔ ہماری یہاں بے حد ضرورت ہے۔ خدا نے ہمیں ٹھیک جگہ پر بھیج دیا ہے اور ہم اب اس تخریب کو ختم کر کے ہی یہاں سے جائیں گے۔''

جمشید نے اطمینان سے کہا۔

''مجھے خوشی ہوئی ٹارزن تم نے بھی یہی سوچا ہے۔ ہم یہاں رہ کر پوری کوشش کریں گے کہ ملکہ سوریہ اتنی طاقتور نہ بن سکے کہ پوری کائنات کی حکمران ہو۔ وہ تو اپنی مرضی سے کسی ملک کو بھی تباہ کر سکتی ہے۔''

ٹارزن نے سخت آواز میں کہا۔

''اور ہم اسے تباہ کر دیں گے۔''

جمشید نے پرعزم آواز میں کہا۔

''ہم بے شک یہاں بے بس ہیں۔ مگر ہم چند آدمی کوشش کریں گے کہ ملکہ سوریہ کو کامیاب نہ ہونے دیں۔''

پھر جمشید نے گہرا سانس لے کر کہا۔

''اب سوچنا یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ یہاں کے حالات کی روشنی میں ہمیں کس طرح کام کرنا ہوگا۔

ٹارزن نے اثبات میں گردن ہلا کر کہا۔

''ہاں...... یہ سوچنا پڑے گا۔''

جمشید نے اسے بغور دیکھا۔

''تب پھر سوچو اور کوئی پروگرام بناؤ۔''

ٹارزن نے اس کی طرف دیکھا۔

یہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ملکہ سوریہ ایک قابل سائنسدان ہے اور اس نے کسی سیارے پر اپنی لیبارٹری قائم کر رکھی ہے۔''

جمشید نے اثبات میں گردن ہلا کر کہا۔

''ہاں...... یہ ہمیں بتا دیا گیا ہے۔''

ٹارزن نے کہا۔

''ایسی صورت میں ہم اس کے خلاف کیا کر سکتے ہیں۔

اس نے فوراً کہا۔

''ہاں اس طرح ہم کچھ نہیں کر سکتے۔''

ٹارزن نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

''اگر ہم ملکہ سوریہ کو ختم کر دیں۔ تو تمام قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔ پھر کوئی ایسا آدمی باقی نہ رہے گا جو اس کام کو آگے بڑھا سکے۔'' جمشید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''ملکہ سوریہ کو ختم کرنا اتنا آسان نہ ہو گا۔''

ٹارزن نے سخت آواز میں کہا۔

''بہر حال کوشش تو کی جا سکتی ہے۔''

جمشید نے اثبات میں گردن ہلا کر کہا۔

''ہاں...... کوشش تو کرنی ہی چاہئے۔''

ٹارزن نے اس طرف دیکھ کر کہا۔

''بالکل ہم کوشش کریں گے۔''

پھر اس نے قدرے توقف کے بعد کہا۔

''اس لئے ضروری ہے کہ ہم یہاں پورے اطمینان کا اظہار کریں لیکن ساتھ ہی اپنے کام میں بھی مصروف رہیں۔ یہاں کی زیادہ سے زیادہ سیر کی جائے اور معلومات حاصل کی جائیں تا کہ ہم آسانی سے فرار ہو سکیں۔''

جمشید نے کہا۔

''ہاں...... ٹھیک ہے ۔ ہم یہاں مطمئن انداز میں زندگی گزارتے ہوئے اپنے مشن کو جاری رکھیں گے۔'' اس لئے ہمیں وقت کا انتظار کرنا پڑے گا اور موقع ملتے ہی ملکہ سوریہ کو ختم کر کے یہاں سے کھسک جائیں گے۔''

ٹارزن نے اثبات میں گردن ہلا کر کہا۔

''بالکل ٹھیک ہے۔''

پھر وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔

تیسرے دن انہیں گھومنے پھرنے کی اجازت مل گئی۔ پچھلے دنوں میں یہاں کے بارے میں وہ بہت سی باتیں معلوم کر چکے تھے۔

تیسرے دن غسل کر کے انہوں نے نئے کپڑے پہنے۔ یہ نیلے رنگ کے لبادے تھے اور اس جگہ یہی لبادے پہننا ضرور تھے۔ کیونکہ یہ ان کے لوگوں کی یہی شناخت تھی۔ پھر وہ اس عمارت سے باہر نکل گئے اور کسی نے انہیں روکنے کی کوشش نہ کی۔

وہ اس پتلی سڑک پر چل نکلے اور آگے بڑھنے لگے انہوں نے یونہی ایک سمت چلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مینار نما عمارتوں کے قریب پہنچ گئے ۔ جو دور سے بہت خوبصورت نظر آتی تھیں۔ قریب سے دیکھنے پر معلوم ہوا ان مینار نما عمارتوں میں کوئی خاص حسن نہیں ہے۔

کارڈ دکھانے پر انہیں ایک عمارت میں داخلہ مل گیا۔ انہیں اس عمارت میں ایک عظیم الشان وائرلیس روم نظر آیا۔ درجنوں آپریٹر ایک مشین کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے ان کے کانوں پر ہیڈ فون چڑھے ہوئے تھے۔

ہر مشین پر دنیا کے ایک ایک ملک کا نام لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے کئی لوگوں

سے معلومات بھی حاصل کیں۔ اوران کووہاں سے معلوم ہوا کہ ان عمارتوں میں تمام وائرلیس مشینیں ہی نصب ہیں جو پوری دنیا میں ملکہ سوریہ کے کارندوں سے رابطہ قائم رکھتی ہیں۔

اور وہ کارندے انہیں ہر بات کا پتہ دیتے رہتے ہیں۔ اس عظیم الشان کارنامے کو بہت دیر تک دیکھتے رہے اور پھر وہاں سے نکل آئے۔

اس کے بعد انہوں نے ایک دوسری سمت رخ کیا یہ حسین پارک تھا جہاں لوگ چھٹیاں گزارنے آتے تھے۔ انتہائی دلکش اور شاندار پارک تھا۔ اس سے ملحق ایک ہوٹل بھی موجود تھا۔ یہ لوگ اس ہوٹل میں داخل ہوئے۔ لیکن اندر پہنچ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ ہوٹل میں تمام سیاہ فام خادماؤں نے ان کا استقبال کیا۔ وہ سب رات کی طرح کالی تھیں۔ یوں لگتا تھا کہ کتنی ہی بدروحیں یکجا ہو گئی ہوں۔ ان کا شکل وصورت عجیب تھی اور سب سیاہ لبادے اوڑھے ہوئے تھیں۔

وہ فوراً ہی وہاں سے نکل کر بھاگے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ سیاہ چڑیلوں کی سرسراہٹیں ان کے ساتھ ساتھ ہیں مگر وہ ان کا وہم تھا۔ وہ وہاں سے نکل آئے تھے۔ وہاں جس کا دل جس چیز کو چاہتا تھا اسے بلا قیمت مل جاتی تھی۔

تین چار دنوں میں انہوں نے ایک چھوٹی سی دنیا کی مکمل سیر کر ڈالی اور اس عرصے میں انہوں نے جو کچھ معلوم کیا وہ یہ تھا کہ وہاں کی جگہ ہی ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس جگہ سے پوری دنیا سے رابطہ قائم رکھا جاتا تھا۔

اور ایک ملک کا نظام چلانے کے لئے جو کام ہوسکتا ہے وہ یہاں پوری طرح انجام دیا جارہا تھا لیکن یہاں کسی قسم کی ریسرچ اور سائنس کا کام نہ ہوتا تھا بلکہ وہ اس معلوم سیارے میں ہوتا تھا۔ جس کے بارے میں انہوں نے سنا تھا

سیارے تک آمد و رفت کے لئے ایک راکٹ اسٹیشن تھا جہاں چھ جدید راکٹ ہر وقت موجود رہتے تھے۔ پرواز کرتے وقت ان راکٹوں کے گرد ایسی شعاعیں پھیلا دی جاتی تھیں کہ بیرونی دنیا کے ریڈار انہیں نہ دیکھ سکتے اور نہ ہی ان کے سگنل کسی دوسری جگہ سنائی دیئے جاسکتے تھے۔

اس پوری چھوٹی سی دنیا میں یہ راکٹ اسٹیشن ہی سب سے اہم جگہ تھی اس لئے اس کی زبردست حفاظت کی جاتی تھی اور ایک خاص حد سے زیادہ آگے جانے کی کسی کو اجازت نہ تھی اس کے علاوہ یہاں ایک ایئر پورٹ بھی تھا۔ جہاں ملکہ سوریہ کے اپنے طیارے اترتے تھے۔ ظاہر ہے یہ طیارے بیرونی دنیا تک ضرور جاتے ہوں گے مگر کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا۔ ان لوگوں نے گھوم پھر کر یہ بھی معلوم کیا کہ یہاں ایک زبردست نظام کام کر رہا ہے۔ جس میں کہیں کوئی بھول نہیں ہے۔ کوئی کسی قسم کی غلطی نہیں، ہے کہیں لغزش نہیں ہے وہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا تھا۔

پھر انہوں نے اس دنیا کے دفاعی نظام کے بارے میں پتہ چلایا۔ یہ دنیا چاروں طرف سے فلک بوس پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی اور نیچے کی کوئی چیز ‎ا‎ ‎ِ‎ئی نہ دیتی تھی کسی نے ان پہاڑوں کے دوسری طرف جھانکنے کی آج تک ہمت نہ کی تھی۔

ان پہاڑوں سے ذرا پیچھے ایک مکمل طیارہ شکن اور راکٹ شکن نظام موجود تھا۔ جو ، س دنیا کا پوری طرح دفاع کر سکتا تھا۔ بہر صورت اس دنیا کو مضبوط تر بنا دیا گیا تھا اور اس کو تباہ کرنے کا منصوبہ آسان نہ تھا۔

اس طرح انہیں کئی روز گزر گئے اور ابھی تک انہیں ...... ملکہ سوریہ کی ‎'‎رف سے کوئی پیغام نہ ملا تھا اور نہ ہی اس سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ لیکن اس

کے باوجود ان کی خاطر تواضع میں کسی قسم کی کمی نہ آئی۔

اس روز مکمل چھٹی تھی پھر طرف رنگینیاں ہی رنگینیاں تھیں جگہ جگہ کھیل تماشے ہو رہے تھے۔ کہیں کہیں رقص و موسیقی کی محفلیں جمی تھیں میدانوں میں ہر طرف چھتریاں لگی تھی۔ لوگ سیر و تفریح میں مصروف تھے۔

جگہ جگہ پلاسٹک کے اسٹال بنے ہوئے تھے۔ وہاں کھانے پینے کی چیزوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ کسی چیز کی کوئی قیمت نہ تھی۔ جو شخص جتنی چاہتا تھا حاصل کر لیتا تھا غرضیکہ چاروں طرف عیش ہی عیش تھی۔ خوبصورت نظارے تھے۔

وہ اجنبیوں کی طرح وہاں کے لوگوں کے قریب سے گزر جاتے تھے وہ چلتے ہوئے ایک بار پھر اسی پارک میں پہنچ گئے جہاں پہلے روز آئے تھے۔

جمشید نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

''کہیں بھی سکون نہیں ٹارزن...... مجھے یہ فضا اچھی نہیں لگتی۔'' اسلم نے فریب سے کہا۔'' ٹارزن بادشاہ! میرا تو یہاں دم گھٹتا محسوس ہو رہا ہے میں تو کافی کے اسٹال کی طرف جا رہا ہوں؟ ٹارزن نے جھلا کر کہا۔

''جاؤ۔''

جمشید نے ٹارزن کی طرف اشارہ کیا۔

''آؤ ٹارزن! ہم اس گوشے میں چلیں۔ وہ جگہ الگ تھلگ ہے۔

''چلو۔'' ٹارزن نے کہا۔

اور وہ وہاں آ کر گھاس پر بیٹھ گئے۔ انہیں وہاں قدرے سکون محسوس ہوا۔ جمشید نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

''یہ عجیب و غریب دنیا ہے۔''

ٹارزن نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

''ہاں بہت ہی عجیب وغریب دنیا ہے۔ میرے جزیرے نکوٹوما سے بھی عجیب وغریب دنیا۔ نہ یہاں آدم خور وحشی ہیں نہ نیم برہنہ کالے حبشی ہیں۔ نہ شیر اور چیتے ہیں یہاں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میری دلچسپی کا سامان بن سکے۔ میں ابھی تک کسی شیر یا چیتے کو ہلاک نہیں کر سکا ہوں نہ ہی یہاں کسی سے ابھی تک میرا مقابلہ ہوا ہے۔ میں اب یہاں کچھ بوریت محسوس کرنے لگا ہوں۔ میں ایک جنگجو سفید فام وحشی ہوں میں موت اور زندگی کی لڑائیاں لڑ ہوں۔ عجیب بیکار دنیا ہے، مسٹر جمشید اس مرتبہ تم نے مجھے لا کر کہاں پھنسا دیا۔''

جمشید نے زور سے قہقہہ لگایا۔

''میں تو خود یہاں پھنسا ہوا ہوں۔''

ابھی وہ خاموش ہی ہوا تھا کہ انہیں لڑکیوں اور مردوں کی چیخ وپکار کی آوازیں سنائی دیں اس کے ساتھ ہی ایک شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی ٹارزن شیر کی آواز سن کر حیرت سے اچھل پڑا، ''شیر'' اس کے منہ سے بے اختیا نکلا۔ جمشید اور اس کے ساتھی بھی اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اسلم اسٹال کافی ایک جگ بھروا کر لے آیا تھا اور مزے سے گھونٹ گھونٹ کر کے پی رہا تھا۔ م اور عورتیں بھاگے ہوئے خوفزدہ ادھر ادھر پھر رہے تھے۔

شیر کی آمد نے انہیں بے حد خوفزدہ کر دیا تھا۔ جمشید نے ٹارزن سے مخاطب ہو کر کہا۔

''او مسٹر ٹارزن! تمہاری دلی خواہش پوری ہوئی۔ شیر بھی یہاں آ گیا۔

ڈاکٹر سلیم نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''شیر یہاں کہاں سے آ گیا۔''

اسلم نے کافی پیتے ہوئے کہا۔
''کہیں سے بھی آ گیا تو آ گیا ہے۔اب اپنے ٹارزن بادشاہ شیر کو ختم کر
یں گے۔''
ٹارزن نے قہقہہ لگا کر کہا۔
''ہاں کیوں نہیں میں شیر کو ختم کر دوں گا۔''
جمشید نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
''مگر تمہارے پاس نہ خنجر ہے اور نہ ہی شعاعی پستول ہے پھر تم شیر کو کس
رح ختم کرو گے۔
ٹارزن نے ہاتھ ہلا کر فوراً کہا۔
''ان ہاتھوں سے۔''
ڈاکٹر سلیم نے اس کی طرف تعریف آمیز نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔''بہت
ب تم بے حد طاقتور ہو ٹارزن۔''
انہیں پھر شیر کی خوفناک دھاڑ سنائی دی۔اب ان کے سامنے تمام علاقہ
سان اور ویران ہو گیا تھا۔وہاں سب کوئی بھی نہ تھا سب بھاگ گئے تھے۔
تریوں کے نیچے ایک بہت بڑا شیر دکھائی دیا۔وہ ببر شیر تھا۔اس کا رنگ سرخ
اور اس کی سنہری بال چمک رہی تھی۔انہوں نے غور سے شیر کی طرف دیکھا۔
ر،اسلم،ڈاکٹر سلیم اور نسیم شیر کو دیکھ کر سکڑ سے گئے۔ٹارزن ان سے مخاطب
۔
''تم لوگ اس اسٹال کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ اور شیر سے میری
ئی دیکھو۔''

اسلم نے ٹارزن کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بادشاہ اپنی حفاظت کرنا۔''

ٹارزن نے بے فکری سے کہا۔

''فکر نہ کرو میں اپنی حفاظت کر سکتا ہوں۔''

جمشید فوراً بولا۔

''شیر کو جلد ہی ختم کرنے کی کوشش کرنا ٹارزن۔''

ٹارزن نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''میں شیر کو جلد ختم کر دوں گا جمشید۔''

شیر اسی طرف آ رہا تھا۔ وہ بھاگ کر سٹال کے قریب جا کھڑے ہو گئے تھے۔ ٹارزن اسی جگہ کھڑا شیر کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

شیر اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور ٹارزن کو اپنی وحشی مرطوب آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ ٹارزن بھی اسے گھورنے لگا۔ پھر اس نے قہقہہ لگایا۔

''مسٹر لائن! اس عجیب دنیا کے شیر۔ مجھے غور سے دیکھ لو میں ٹارزن ہوں جنگل کا بادشاہ ٹارزن۔ میں جزیرے نکوٹوما سے یہاں آیا ہوں۔ اب میرے سامنے آ گئے ہو زندہ نہ بچو گے۔ میرے سامنے آنے والا کوئی شیر کبھی زندہ واپس نہیں گیا۔''

ٹارزن کے خاموش ہوتے ہی شیر نے زمین سے منہ لگا کر زور سے دھاڑ ماری اور ٹارزن کے مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔ ٹارزن بھی چاق و چوبند ہو گیا۔ اسی لمحے شیر اپنے پچھلے پنجوں پر بیٹھ گیا۔ ٹارزن سمجھ گیا کہ وہ اب اس پر حملہ آور ہو گا۔ بالکل ایسا ہی ہوا۔ شیر اچھل کر اس کی طرف آیا۔ شیر نے پو

قوت سے چھلانگ لگائی تھی۔

ٹارزن حیرت انگیز پھرتی اور تیزی کے ساتھ آگے کی طرف دوڑا، شیر اس کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا وہاں گرا جہاں کچھ دیر قبل ٹارزن کھڑا تھا۔ ٹارزن اب شیر والی جگہ آ کر کھڑا ہو گیا تھا شیر اپنے حملے کی اس ناکامی پر گر جا اور جھنجھلا کر غضبناک انداز میں واپس مڑا پھر فوراً ہی اس کا ٹارزن پر حملہ کر دیا۔

ٹارزن تھوڑا سا اچھل کر دوسری طرف چلا گیا اور شیر دھپ سے ہری ہری گھاس پر گرا۔ شیر کے گرتے ہی ٹارزن ایک خوفناک درندے کی طرح اس پر اچھلا اور اس سے قبل کی شیر دوبارہ اس پر حملہ آور ہوتا ٹارزن نے شیر کی گردن اپنے بازوؤں کے مضبوط شکنجے میں جکڑ لی۔

اور پھر اس نے پوری قوت صرف کر کے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ شیر کی گردن ٹوٹ گئی اور اس نے ایک دھیمی غراہٹ کے ساتھ دم توڑ دیا۔

ٹارزن نے اسے ہری ہری گھاس پر ڈال دیا۔ جمشید اور اس کے ساتھی ٹارزن کی طاقت کے عظیم ترین مظاہرے پر حیران تھے۔ اس عجیب دنیا کے باشندوں نے بھی چھپے ہوئے اس لڑائی کو دیکھا تھا۔ یکا یک لڑکیوں کے ہجوم کو چیرتی ہوئی شیلا انہیں اپنی طرف آتی دکھائی دینے لگی۔

وہ اپنی طرف آتی ہوئی شیلا کو غور سے دیکھ رہے تھے اس کے ساتھ چار آدمی بھی تھے۔ وہ ان کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی اس نے ٹارزن کی طرف دیکھ کر کہا۔

''یہ شیر ملکہ سوریہ کے حفاظتی شیروں میں سے ایک تھا جو غلطی سے نکل کر بھاگا تھا۔ تم نے بہت طاقت اور جانفشانی سے کام لے کر اس شیر کو ختم کر دیا۔ ہم

سب تم سے خوش ہیں۔تم نے اس شیر کو ختم کر کے لوگوں کو مرنے سے بچالیا ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔

پھر اس نے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

''شیر کو اٹھا کر لے جاؤ۔''

اس حکم کو سن کر وہ فوراً حرکت میں آگئے اور شیر کو اٹھا کر لے گئے۔شیلا کے کہنے پر آہستہ آہستہ عورتوں اور مردوں کا ہجوم تتر بتر ہو گیا۔وہ سب پھر اپنی اپنی تفریح میں مصروف ہو گئے۔

جمشید نے شیلا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کہو شیلا اچھی تو ہو۔''

اس نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں بالکل ٹھیک ہوں۔اس طرح شیر کو اٹھانے کے بہانے تم سے ملاقات ہو گئی۔میں خود بھی تم سے ملاقات کے بارے میں سوچ رہی تھی۔''

جمشید نے مسکر کر کہا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ تم مجھ سے ملاقات کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔''

اس نے جمشید کو بغور دیکھ کر کہا۔

''تم سے میری ملاقات بہت ضرورت تھی۔''

جمشید نے بہت ہی نرمی سے کہا۔

''وہ کس سلسلے میں اچھی لڑکی۔''

اس نے گہرا سانس لے کر کہا۔

''میں آپ کو ایک مشورہ دوں گی۔ کاش آپ مجھ پر بھروسہ کریں۔'' پھر اس نے اسے بغور دیکھ کر کہا۔

''مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ وہ لوگ نہیں ہیں جن کے دھوکے میں آپ لوگ یہاں لائے گئے ہیں۔ ایک غلط فہمی کی بنا پر آپ کو یہاں لے آیا گیا ہے اور وہ غلط فہمی سب سے پہلے مجھ سے ہوئی تھی۔ اس لئے میں بہت زیادہ شرمندہ ہوں۔ اسی غلط فہمی نے چیف جیمز کی جان لے لی۔ حالانکہ اس کا قصور مجھ سے کم تھا۔'' جمشید نے قطع کلامی کر کے پوچھا۔

''تو کیا جیمز قتل ہو چکا ہے۔؟''

اس نے مغموم سی آواز میں کہا۔

''ہاں۔ اسی دن جس دن ملکہ سوریہ کو آپ لوگوں کی اصلیت کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔ آپ لوگوں کے بے گناہ پھنس جانے کی وجہ سے میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں آج کل چھٹی پر ہوں مجھے عنقریب کسی دوسری جگہ پر بھیج دیا جائے گا اس لئے میں چاہتی ہوں کہ آپ کے لئے کچھ کروں۔ آپ میری وجہ سے پھنس گئے ہیں اور میں اس کی تلافی کروں گی میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنی جان پر کھیل کر آپ کو یہاں سے آزاد کرادوں گی۔''

جمشید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا ایسا ہوسکتا ہے؟''

شیلا نے پورے عزم سے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں۔ کوشش اور محنت سے انسان ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔

جمشید نے پوچھا۔

''پھر ہمیں کیا کرنا ہوگا؟''

اس نے جمشید سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یہاں کی دنیا بہت حسین ہے جمشید! اگر تم اسے پسند کرتے ہو تو ہمیشہ یہاں رہو اگر یہاں سے جانا چاہو تو میں تم لوگوں کی پوری مدد کروں گی۔''

ڈاکٹر سلیم جلدی سے بولا،

''میرا خیال ہے مس شیلا کچھ اکتا گئی ہیں۔ جیمز کی موت نے اس کا دل توڑ دیا ہے۔ جیمز کی موت کی وجہ سے شیلا کو ملکہ سوریہ سے نفرت ہو گئی ہے۔ یہ ہماری مدد کر کے اس طرح ملکہ سے انتقام لینا چاہتی ہے۔''

ڈاکٹر سلیم نے شیلا کی دل کی بات کس آسانی سے کہہ دی تھی۔ شیلا کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ وہ کئی منٹ تک حیرت کی وجہ سے کچھ نہ بول سکی۔

پھر سنبھل کر سرسراتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں حیران ہوں ڈاکٹر سلیم نے میرے دل کی بات کیسے جان لی ہے۔ یوں لگتا ہے یہ پراسرار قوتوں کے مالک ہیں۔ یہ بات میرے لئے بہت حیرت انگیز ہے۔ مجھے یوں لگا ہے کہ جیسے ڈاکٹر میرے ذہن میں گھس کر میرے دل کی بات جان چکے ہیں۔

جمشید نے جلدی سے کہا۔

''ڈاکٹر کے پاس کچھ اس قسم کی طاقتیں ہیں۔ میں نے آپ باتوں سے اندازہ لگا لیا ہے کہ میں تم پر مکمل اعتماد کر سکتا ہوں۔'' پھر جمشید نے ٹارزن سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تمہاری کیا رائے ہے ٹارزن؟''

ٹارزن نے جلدی سے کہا۔

''میں تم لوگوں کی گفتگو سے بالکل مطمئن ہوں ۔شیلا پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔''

جمشید نے ایک گہرا سانس لیا اور شیلا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''یوں لگتا ہے تمہیں یہاں کی دنیا سے نفرت ہو گئی ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ تمہاری نفرت کو جان جائیں اور ہم کسی مشکل میں پھنس جائیں۔''

اس نے حقارت سے کہا۔

''وہ نہ جان سکیں گے میں پوری احتیاط سے کام لوں گی۔میں ان لوگوں سے بالکل اکتا چکی ہوں۔میں مزید ان کے لئے کام کرتے ہوئے نفرت محسوس کرنے لگی ہوں۔''

جمشید نے کہا۔

''تو پھر جان لو ہم فوراً یہاں سے نکل جانا چاہتے ہیں۔کیا یہاں سے نکل جانے کی کوئی ترکیب ہو سکتی ہے۔ہم اس بے ہودہ دنیا کو پسند نہیں کرتے۔''

شیلا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''ہاں میں کہہ چکی ہوں کہ میں کوئی ترکیب نکال لوں گی،اس سلسلے میں ایک سادہ سا پلان میرے ذہن میں ۔ہے۔''جمشید نے اسے دیکھا۔

''وہ کیا؟''

شیلا نے ادھر ادھر دیکھا حالانکہ قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ دھیمی آواز میں بولی۔

''غور سے سنو۔ میری اسکیم یہاں سے آج ہی نکل جانے کی ہے۔ آج چونکہ چھٹی ہے لوگ اپنی رنگ رلیوں میں مصروف ہیں۔ کوئی ہماری طرف توجہ نہ دے گا۔ تم نے وہ ایئرپورٹ تو دیکھا ہوگا جہاں طیارے رہتے ہیں۔ ہم ان میں سے ایک طیارہ کو لے کر فرار ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں مجھے ایک کام کرنا ہو گا۔''

ٹارزن نے جلدی سے پوچھا

''وہ کیا۔''

اس نے مسکرا کر کہا۔

''میں کسی پائلٹ سے بات کروں گی۔ چونکہ اب مجھے بھی تمہارے ساتھ ہی جانا ہوگا۔ وہ پائلٹ میری بات مان جائے گا۔ ظاہر ہے ہم لوگ طیارہ پائلٹ کے بغیر اغوا نہیں کر سکتے۔''

جمشید جلدی سے بولا۔

''اس کی فکر تم بالکل نہ کرو۔''

وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

''کیا مطلب؟''

جمشید نے فوراً کہا۔

''ہم میں سے کچھ آدمی بآسانی طیارے کو اڑا سکتے ہیں۔''

وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

''عام لوگوں کی ایسی تربیت نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہے تو بہت ہی اچھی بات ہے چونکہ ابھی تم لوگوں کو یہاں کوئی خدمت نہیں سونپی گئی۔ اس لئے تم

آزاد ہو۔ لیکن مہمان خانے میں میں تم سے نہیں مل سکتی۔ اس لئے تھوڑی دیر کے بعد پارک میں مجھ سے ملاقات کرو۔''

جمشید نے اثبات میں گردن ہلا کر کہا۔

''ٹھیک ہے میں ضرور ملاقات کروں گا۔''

''لیکن......'' وہ اچانک جمشید کی طرف دیکھ کر بولی۔

''میرا مستقبل کیا ہوگا......تمہارے ساتھ جانے کے بعد میرا کیا بنے گا......؟''

جمشید گردن جھکا کر سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

''کیا تم اپنے مستقبل کی حفاظت کے لئے ہماری مدد کرنا چاہتی ہو۔''

اس نے سرخ ہو کر کہا۔

''یہ بات نہیں جمشید! پھر بھی آخر کیا بنے گا میرا؟''

جمشید نے جیسے فوراً فیصلہ کر لیا۔

''دیکھو شیلا! اگر تم پسند کرو گی تو میں تم سے شادی کرلوں گا۔ یہ میں سچے دل سے کہہ رہا ہوں۔''

وہ ایک دم چونکی اور پھر اپنی حیرت پر قابو پاتے ہی اس کی نگاہیں جگمگانے لگیں وہ شرمیلی آواز میں بولی۔

''او جمشید! یہ تم میرے لئے بہت ہی فخر کی بات ہو گی۔ اچھا اب اجازت ہے۔''

پھر وہ اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر چل پڑی۔ ڈاکٹر سلیم نے جمشید سے کہا۔

''شیلا شاید ذہنی الجھن میں مبتلا ہے۔''

جمشید کچھ سوچنے لگا۔ ڈاکٹر نے اسے بغور دیکھ کر کہا۔

''جمشید!''

جمشید نے اس کی طرف نظریں اٹھادیں۔

''کہو ڈاکٹر!''

ڈاکٹر سلیم نے ایک گہرا سانس لیا اور اس کے چہرے پر اپنی خود بین نگاہیں جما کر کہا۔

''جمشید! کیا تم شیلا سے شادی کرنے کے لئے سنجیدہ ہو؟

اس نے چونک کر ڈاکٹر کی طرف دیکھا اور کہا۔

''اچھی لڑکی ہے شیلا۔''

ڈاکٹر نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''شیلا جیمز کو پسند کرتی تھی۔''

جمشید نے فوراً کہا۔ وہ ہمارے لئے اپنی زندگی داؤ پر لگا رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ ڈاکٹر محفل میں مسکرا دیا۔

کچھ دیر کے بعد جمشید پارک میں پہنچ گیا۔ وہاں شیلا موجود تھی۔ اس نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ وہ مسکراتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ کر بولا۔

''لو...... میں آ گیا ہوں شیلا۔''

''آیئے جمشید۔'' پھر وہ اسے لے کر پارک کے کونے میں ایک بنچ پر الگ تھلگ بیٹھ گئی۔ ان کے درمیان خاموشی پھیل گئی۔ پھر شیلا نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

میں اس دنیا سے باغی ہو گئی ہوں جمشید! مجھے اب ان لوگوں اوران کی دنیا سے شدید نفرت ہو گئی ہے۔ میں نے سوچا خودکشی کرلوں۔ پھر مجھے اچانک خیال آیا کہ میں تم لوگوں کی مدد کرتے ہوئے مر جاؤں تو اس سے اچھی اور بات کیا ہوگی۔ سو میں آمادہ ہو گئی اور میں نے سوچ لیا کہ میں تمہیں آزاد کراؤں گی اورتم پر اپنی وفاداری واضح کر دوں گی۔ تم نے مجھے قبول کرلیا یہ میری قسمت ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ میں خوش قسمت ہوں اور ممکن ہے میں یہاں سے بچ نکلوں اور میری آرزو بھی پوری ہو جائے۔'' جمشید نے چونک کر شیلا کی طرف دیکھا۔

''تو تم یہیں سے زندہ بچ کر نہیں نکل سکتی کیا تم ناامید ہو گئی ہو۔ اگر یہ بات ہے تو تم ہماری مدد کیسے کرو گی؟''

اس نے مسکرا کر کہا۔

''اوہ یونہی ایک ڈر سا میرے دل میں موجود ہے۔ تم فکر نہ کرو میں تمہارے لئے اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ آج رات ہم یہاں سے نکل بھاگیں گے۔''

جمشید نے گہرے سکون سے کہا۔

''خدا بہتر کرے گا۔''

''پھر وہ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا مگر وہ اپنے دل میں عجیب سی الجھن محسوس کر رہا تھا۔ ڈاکٹر سلیم نے اس سے کہا۔

''کیا شیلا سے ملاقات ہوئی۔''

''بے شک۔'' اس نے کہا ہم آج رات یہاں سے نکل بھاگیں گے۔''

ڈاکٹر سلیم نے کہا۔ ''خوشی کی بات ہے۔''

ٹارزن اور دوسرے لوگ مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ ٹارزن نے جمشید سے کہا۔

''پہلے ہمیں اپنا اسلحہ حاصل کرنا ہوگا۔''

جمشید نے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

''مجھے یقین ہے شیلا کسی محافظ سے مل کر اسلحہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔''

ان لوگوں کو اب ان عمارتوں میں ٹھہرایا گیا تھا جو پیلے رنگ کی تھیں۔ خاص بات یہ تھی کہ وہ اس عمارت میں تھے جس میں شیلا کا فلیٹ تھا۔ اب ان کے جسموں پر پیلے لبادے تھے۔ شیلا نے انہیں وہاں دیکھ کر بڑی حیرت کا اظہار کیا تھا۔

وہ اب چونکہ ملکہ سوریہ کے اعتماد میں آ گئے تھے اس لئے انہیں پیلے لباس دے دیئے گئے تھے اور خاص عمارت میں مقیم کر دیا گیا تھا۔ مگر اب یہ ان کی عارضی اقامت گاہ تھی۔ انہیں آج رات فرار ہو جانا تھا۔

پھر اسی رات گیارہ بجے کے بعد شیلا کے کمرے میں ان کی میٹنگ ہوئی ٹارزن نے شیلا سے کہا۔

''مس شیلا! ہمیں ہمارے ہتھیار واپس دلا دو۔

شیلا نے دلکش انداز میں قہقہہ لگا کر کہا۔

''کیسے ہتھیار؟''

ٹارزن نے بوکھلا کر کہا۔

''ہمارا وہ اسلحہ جو ہم سے چھینا گیا ہے۔''

شیلا دلکش انداز میں مسکرائی اور شوخی سے بولی۔

''تمہارا اسلحہ ضائع کر دیا گیا ہے ٹارزن۔''

ٹارزن زور سے چونکا۔اس نے ایک طویل سانس کھینچا اور برا سامنہ بنا کر کہا۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔''

اس بات سے سب ہی پریشان ہو گئے تھے۔جمشید نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

اسلحے کی تو ہمیں ضرورت پڑے گی۔''

ڈاکٹر سلیم جلدی سے بولا۔

''مس شیلا ہمیں یہاں کے ڈپو سے کچھ اسلحہ لے دیں گی۔''

شیلا زور سے ہنس کر بولی۔

''ہاں کیوں نہیں۔''

وہ سب ہی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔وہ ان کی طرف شرارت بھری نگاہوں سے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔پھر اس نے ایک دم سنجیدہ ہو کر کہا۔

''تم لوگوں کا اسلحہ میں نے منگوا لیا ہے۔میرے اچھے دوستو''

پھر اس نے مسکرا کر الماری کی طرف اشارہ کیا۔

''اس الماری میں اسلحہ ہے۔''

ٹارزن اٹھ کر فوراً الماری کی طرف لپکا اور اس نے الماری کھول کر اپنا خنجر اور شعاعی پستول قبضے میں کر لیا۔پھر اس نے وہ دونوں چیزیں اپنی بیلٹ

میں لگا لیں۔ دوسرے لوگوں نے بھی اپنا اپنا اسلحہ حاصل کر لیا۔ پھر ان کے درمیان اب سے کچھ دیر بعد فرار ہونے کا منصوبہ طے پا گیا۔

انہوں نے اپنے فرار کو پروگرام ہر طرح سے مکمل کر لیا تھا۔ فرار کا پورا نقشہ انہوں نے اپنے ذہنوں میں ترتیب دے لیا تھا۔ اس طیارے کا انتخاب بھی کر لیا تھا۔ جسے لے کر انہیں فرار ہونا تھا۔ وہ طیارہ ایک ایسے ہینگر میں کھڑا تھا جو گزرگاہ کے بے حد قریب تھا اور اسے اسٹارٹ کر کے رن وے پر لانا تھا۔ اس طرح انہیں ذرا دیر نہ لگنی تھی۔

اس کے علاوہ انہیں طیارے میں موجود ایندھن کے بارے میں بھی اطمینان تھا۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ہینگر میں جو طیارے کھڑے ہیں وہ پوری طرح چیک کئے ہوئے اور پرواز کے لئے تیار ہیں ان میں پورا پورا ایندھن بھی موجود ہے۔

آدھی رات کے قریب وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگے انہوں نے ایئر پورٹ کی طرف سیدھا رخ نہیں کیا بلکہ ٹہلتے ہوئے آہستہ آہستہ ایک لمبا چکر کاٹ کر اس طرف چلتے رہے۔

انہوں نے چکر پورا کیا اور ایئر پورٹ کے قریب پہنچ گئے۔ ان کا ایک ایک قدم خطرے کی طرف اٹھ رہا تھا کیونکہ وہ ایک خوفناک طاقت پر چوٹ لگانے جا رہے تھے۔ ایک خطرناک قوت کو دھوکہ دینے جا رہے تھے اور آخر کار وہ ایئر پورٹ کے گیٹ پر پہنچ گئے۔

گیٹ پہریداروں سے خالی تھا۔ گیٹ کے قریب پہنچ کر اچانک وہ بجلی بن گئے۔ جمشید نے پھرتی سے گیٹ کھولا اور وہ سب دوڑتے ہوئے ہنگر میں

داخل ہو گئے۔ انور دوڑتا ہوا ایک سیڑھی کے پاس پہنچ گیا اور اسے ڈرائیو کرتا ہوا طیارے کے دروازے کے قریب لے آیا۔

پھر اوپر چڑھ کر اس نے دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے وہ سب اندر داخل ہو گئے۔ سب نے مل کر سیڑھی کو اتنی دور دھکیل دیا کہ وہ جہاز سے نہ ٹکرا سکے جمشید اور ٹارزن دوڑ کر کنٹرول کیبن میں پہنچ گئے اور انہوں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

شیلا کے اوپر ایک ہنسی طاری تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں جو جواب دے گئے تھے۔ آخر کو عورت تھی۔ وہ تھکی ہوئی سی ایک سیٹ پر گر گئی۔ انور اور نسیم بھی کنٹرول کیبن میں پہنچ گئے۔ ٹارزن کاک پٹ میں بیٹھ گیا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ ٹارزن کو یہ تربیت جمشید کے کہنے پر ہوائی مستقر پر دی گئی تھی تاکہ وہ ان کے ہر طرح اور ہر مہم میں کام آ سکے۔ طیارہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھسکنے لگا۔ اسلم اور ڈاکٹر سلیم کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ کوئی ان کی طرف متوجہ تو نہیں ہے۔

لیکن ابھی تک کسی نے طیارے کو آگے بڑھتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ وہ سست رفتاری سے رن وے پر نکل آیا۔ ٹارزن ایک ماہر پائلٹ کی طرح ایک کے بعد ایک اقدام کئے جا رہا تھا اور طیارہ اب پرواز کے لئے بالکل تیار تھا۔

سب لوگ اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بیلٹس کس لیں۔ پھر جمشید نے ٹارزن کو اطلاع دی کہ سب ٹھیک ہے۔

طیارے کا انجن جاگ گیا اور دوسرے لمحے دیو پیکر طیارہ رن وے پر دوڑنے لگا۔ چند منٹ کے بعد اس کے اوپر یہ حصے نے زمین چھوڑ دی اور وہ فضا

میں بلند ہو گیا۔

ان سب کے دل خوشی سے دھڑک رہے تھے۔ شیلا بھی سنبھل کر پائلٹ کے کیبن میں آ گئی تھی۔ کوئی منہ سے کچھ نہ بول رہا تھا۔ ان خطرناک پہاڑوں کے درمیان سے نکلنے کے بعد ہی وہ مطمئن ہو سکتے تھے۔

ٹارزن نے ایک طویل چکر لی اور طیارہ زیادہ سے زیادہ بلند ہوتا گیا اور اب وہ ان پہاڑوں کو عبور کرنے لگا جو اس شہر کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔

پھر طیارہ سیدھا جانے لگا اور پہاڑ کی دیوار کو عبور کر کے انہوں نے اپنی کامیابی کا نعرہ لگایا۔ لیکن اسی وقت فضا میں ایک قہقہہ سنائی دیا۔ یہ قہقہہ ان کے نعروں کی آواز پر بھاری تیز اور چلاتا ہوا تھا۔

ملکہ سوریہ کی تیز چیختی ہوئی آواز گونجی۔

''آخر تم ظاہر ہو گئے معزز مہمانو!''

اس کی آوز میں وہی ٹھہراؤ وہی سکون تھا لیکن انہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ آواز کس طرف سے آ رہی ہے۔ ان سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

ملکہ سوریہ کی آواز گونج رہی تھی۔

''میں حیران ہوں۔ تم لوگوں نے اتنا بڑا اقدم اتنی جلدی کیسے اٹھالیا۔ یہ احمق لڑکی شیلا تمہارے ساتھ ہے۔ خیر غدار ہر جگہ ہوتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن مہمانو! مجھے افسوس ہے کہ تمہارے فرار کی یہ کوشش بیکار ہے۔''

یہ سن کر ان کے دل دھک سے رہ گئے۔ رنگ اڑ گئے اور وہ زبردست بے چینی محسوس کرنے لگے۔ اب آواز میں سختی تھی۔ بہر حال وقت سے پہلے ہی ثابت ہو گیا سر پھرے مہمانو کہ تمہاری نیت ٹھیک نہیں تھی۔ اس لئے اب تم سب

کو ختم کر دیا جائے گا۔ دیکھو اب طیارہ واپس جا رہا ہے۔"

انہوں نے چونک کر دیکھا طیارہ انجنوں کے چلنے کے باوجود واپس نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ ٹارزن نے گھبرا کر پائلٹ روم کا دروازہ کھول دیا۔ اس نے دیکھا کہ سوریہ خود اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ باہر کھڑی تھی۔

وہ سب حیرت سے تارہ بنی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ انہیں اس وقت غضب کی دیوی لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں قہر کی بجلیاں تھیں وہ شعلہ جوالہ بنی کھڑی تھیں۔

اس کے ہاتھ میں ایک آلہ تھا۔ ٹارزن اور اس کے ساتھیوں نے جان لیا کہ وہ ریموٹ کنٹرول کی قسم کا کوئی آلہ ہے جس سے وہ جہاز کو کنٹرول کر رہی تھی اور جہاز نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ یہ صورتحال ان کے لئے انتہائی خطرناک اور دہشت ناک تھی۔ ٹارزن کچھ کرنے کے لئے سوچ رہا تھ اور اس کے ساتھی بھی یہی کچھ سوچ رہے تھے۔

مگر ابھی تک وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے تھے۔ یکا یک شیلا ہیجانی انداز میں اپنی جگہ سے اٹھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دیوانی ہو گئی ہو۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلی اور ملکہ سوریہ کی طرف لپکی۔ لیکن ملکہ سوریہ غافل نہ تھی اس نے فوراً اپنا شعاعی پستول اس کی طرف کر دیا۔ شعاعوں نے فوراً ہی پستول سے نکل کر شیلا کو جلانا شروع کر دیا۔ شیلا چیخنے لگی۔ ان کے لئے اتنا ہی موقع کافی تھا ٹارزن، جمشید اور اس کے ساتھیوں نے اپنا اپنا اسلحہ ان کی طرف کر دیا۔ ان کے پستولوں سے تیز شعاعیں نکل کران کی طرف چلیں اور اس سے پیشتر کہ وہ کچھ کرتے شعاعوں نے ملکہ سوریہ اور اس کے ساتھیوں کو پانی لپیٹ میں لے لیا اور انہیں

جلانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں ہی شیلا، ملکہ سوریہ اور اس کے ساتھی جل کر راکھ ہو گئے انہوں نے فوراً گیس چھوڑ دی تاکہ جہاز میں آگ نہ لگ سکے۔ آگ فوراً بجھ گئی۔

سوریہ کے مرتے ہی جہاز کنٹرول سے آزاد ہو گیا تھا۔ اس لئے ٹارزن نے فوراً انجنوں پر کنٹرول حاصل کر لیا اور پھر اس نے جہاز کو ایک سیدھی سمت پر ڈال دیا۔ جہاز کا رخ اب بالکل ٹھیک تھا۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے اپنے اعصاب پر کنٹرول حاصل کر لیا اور وہ سنبھل گئے۔ ڈاکٹر سلیم نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

''کتنا خوفناک منظر تھا...... وہ خلائی چڑیل ہمارے جہاز پر موجود تھی۔''

نسیم زور سے ہنسا۔ ''شکر کرو ڈاکٹر! ہمیں اس خلائی چڑیل سے نجات مل گئی۔''

ڈاکٹر سلیم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کچھ بھی ہو وہ دنیا عجیب تھی۔

اسلم نے ڈاکٹر کو گھور کر کہا۔

''کیا تمہیں وہ دنیا پسند تھی ڈاکٹر!''

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں کیوں نہیں۔ وہاں موج ہی موج تھی۔''

نسیم نے اسے گھور کر کہا۔

''تو پھر وہیں رہ جاتے ڈاکٹر! ہمارے ساتھ کیوں بھاگے تھے۔''

ڈاکٹر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''میں تم لوگوں کو چھوڑ کر وہاں کیسے رہ سکتا تھا بھلا اور پھر اب تو ان کی سربراہ بھی ختم ہو چکی ہے۔ وہ علاقہ جلد ہی بنجر ہو جائے گا۔''

جمشید خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے گہرے غم سے کہا۔

''شیلا کے بارے میں تم نے کچھ نہیں کہا جس نے، اپنی جان دے کر ہمیں آزادی دی ہے۔ وہ ایک عظیم اور پرخلوص لڑکی تھی۔

ٹارزن نے اثبات میں گردن ہلا کر کہا۔

''ہاں۔ وہ بہت عظیم لڑکی تھی۔ اگر وہ خلائی چڑیل ملکہ پر نہ کودتی تو ہم کچھ نہ کر سکتے تھے۔ اس نے اپنی جان دے کر ہمیں موقع دیا کہ ہم ملکہ اور اس کے ساتھیوں کو ختم کر سکیں سو ہم نے انہیں ختم کر دیا۔''

جمشید نے گہری آواز میں کہا۔

''شیلا نے اپنی زندگی کو ختم کر کے ہم سب کو نئی زندگی دی ہے۔

ٹارزن نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اس میں کیا شک ہے جمشید سائنسدان۔ وہ عظیم اور پرخلوص لڑکی ہمیں کبھی نہ بھول سکے گی۔''

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ڈاکٹر سلیم نے جمشید کی طرف دیکھ کر بولا۔

''اگر شیلا زندہ رہتی تو کیا تم اس سے شادی کر لیتا جمشید!'' جمشید نے فوراً کہا۔ ''ہاں کیوں نہیں ڈاکٹر! میں اس سے فوراً شادی کر لیتا۔ شیلا جیسی بہادر پرخلوص اور عظیم لڑکی سے شادی کر کے میں فخر محسوس کرتا۔''

ڈاکٹر سلیم نے اس کی تعریف کی ''تم بھی بہت عظیم ہو ڈاکٹر جمشید!''

جمشید نے ٹارزن سے کہا۔

''مسٹر ٹارزن قریبی ایئرپورٹ سے رابطہ قائم کرو۔''

ٹارزن نے اثبات میں گردن ہلا کر کہا۔

''بہت بہتر جمشید!''

پھر اس نے کنٹرول کا ایک بٹن دبا کر قریبی ایئرپورٹ سے رابطہ قائم کیا۔فوراً رابطہ قائم ہو گیا اور ان کے زندہ بچ کر آنے پر خوشی کا اظہار کیا گیا اور انہیں مبارکباد دی گئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ ایئرپورٹ پر اپنے دیو پیکر طیارے کو لینڈ کر چکے تھے۔جیسے ہی وہ طیارے سے باہر آئے ایک ہجوم نے انہیں گھیر لیا۔

ختم شد